باسمہٖ سبحانہٗ

تذکرہ اولیائے جھونسی

مرتبہ

عارف باللہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب اترانوی دامت برکاتہم

باہتمام محمد عمر

ناشر

مکتبہ فاروقیہ، اتراؤں، الہ آباد



الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

تذکرۂ اولیائے جھونسی

یعنی

تذکرہ سید شعبان الملت و مخدوم حضرت شیخ تقی الدین و مخدوم حضرت سید شاہ معین الحق و مخدوم سید تاج الدین ———————— مع:

تذکرہ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین السہروردی و خواجہ بزرگ حضرت خواجہ بہار الدین نقشبند و مخدوم شیخ بہار الدین زکریا ملتانی و مخدوم شیخ صدر الدین ملتانی و مخدوم شیخ رکن الدین ملتانی و مخدوم شیخ جہانیاں جہاں گشت و حضرت شیخ نجم الدین ابراہیم و مخدوم شیخ منہاج الدین حاجی الحرمین و حضرت شاہ مدار مکنپوری و حضرت میر سید محمد مکی بھکری قدس اللہ اسرارہم۔

مرتبہ: عارف باللہ حضرت مولانا محمد فاروق صاحب اتراؤی دامت برکاتہم

باہتمام: محمد عمر

ناشر: مکتبہ فاروقیہ۔ اتراؤں ضلع الہ آباد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلحمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلمین ○ وَالصَّلوٰۃ وَالسَّلامُ علیٰ رسولہ محمد وآلہ واصحابہٖ واولیاء امتہٖ اجمعین ۔ امابعد

صرفت العمر فی لعبٍ ولہو | فاٰہا ثم اٰہا ثم اٰہا
احب الصالحین ولست منہم | لعل اللہ یرزقنی صلاحا

اگر کسی کو وصل دوست میسر نہیں ہوتا تو دوست کی جستجو اور گفتگو ہی سے قلب حزیں کو تسکین دیتا ہے ۔ اور سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص دستر خوان بچھائے کہ اس پر فائدۂ رحمت برسے تو ہو سکتا ہے کہ اس کو بھی کچھ نہ کچھ فائدہ حاصل ہو جائے ۔ نیز آں سرور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی یہ بشارت عظمیٰ بھی دور افتادہ امتیوں کے لئے سامعہ نواز ہوئی ہے ۔ کہ : من احب قوماً فھو منھم ۔ جو کسی جماعت سے محبت رکھتا ہے تو وہ بھی انہیں میں شمار ہوتا ہے ۔

حضرت ابراہیم بن ادہم رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ اپنے ہاتھ میں رجسٹر لئے ہوئے کچھ لکھ رہا ہے ۔ میں نے پوچھا کیا لکھ رہے ہو فرشتے نے جواب دیا کہ دوستان خدا کا نام لکھ رہا ہوں ۔ میں نے

کہا میرا ابھی نام لکھایا نہیں ۔ ؟ کہا نہیں ۔ میں نے کہا گو میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں لیکن دوستانِ خدا کو دوست ضرور رکھتا ہوں اور دوستانِ خدا کا دوست بھی ہوں ۔ ابھی میں یہ کہہ ہی رہا تھا کہ فرشتے کو حکم پہنچا کہ رجسٹر الٹو اور سب سے پہلے سر فہرست ابراہیم کا نام لکھو کیوں کہ وہ ہمارے دوستوں کا دوست ہے ۔

شیخ ابو عبد اللہ سالمی سے کسی نے پوچھا کہ اولیاء اللہ کو کس طرح پہچانتے ہیں، فرمایا لطافت زبان، حسن خلق، تازہ روئی سخائے نفس، قلت اعتراض، قبول عذر اور تمام مخلوق پر شفقت تام سے، پس ان کی دوستی خدا کی دوستی، ان کی نزدیکی خدا کی نزدیکی، ان کی جستجو خدا کی جستجو، ان سے ملنا خدا سے ملنا، ان کا ادب خدا کا ادب ہے ۔

شیخ الاسلام خواجہ ابو عبد اللہ انصاری قدس سرہٗ نے فرمایا الٰہی یہ کیا ہے جو کہ تو نے اپنے دوستوں کے ساتھ معاملہ کیا ہے جس نے ان کو ڈھونڈا تجھ کو پایا اور جس نے نہ دیکھا ان کو نہ پہچان سکا ۔

شیخ ابو الخیر حبشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جوانمرد کو چاہیے کہ جوانمرد کو دیکھے جس نے جوانمرد کو دیکھا تو اس نے اس کو نہیں دیکھا بلکہ حضرت حق کو دیکھا اور اس طائفہ شریفہ کا طریقہ ایک نہج پر نہیں ہے ۔ ہر ایک کا مشرب جدا گانہ ہے بعضے پنہاں ہیں بعضے آشکار، بعض بامر الٰہی کرامات ظاہر کرتے ہیں ۔ اور اس تقدیر پر کرامات کا ظاہر کرنا لازم ہوتا ہے ۔ ورنہ تو ان حضرات کا مطلب و مقصد کرامات سے عالی اور بلند ہے ۔ بعض عجب نفس کی

بہت سے کرامات کا اظہار نہیں کرتے۔ اور اس کے اخفا میں کوشش کرتے ہیں اور بعض مامور بھی نہیں ہیں بس جو کچھ ان سے صادر ہوتا ہے، بالہام ایزدی صادر ہوتا ہے۔ جب تک مامور نہیں ہوتے نہیں کرتے۔ نہیں بولتے جب تک انہیں بولنے کا حکم نہیں ہوتا۔ نہیں کھاتے جب تک کھلائے نہیں جاتے۔ نہیں پیتے جب تک پلائے نہیں جاتے۔ بعض کا طریقہ کمال ترک وتجرید ہے۔ بفحوائے ؎

شرط اول درطریق عاشقی دانی کی چیست

ترک کردن ہردو عالم را دلیشت پا زدن

بعض اسباب ظاہری و دنیوی میں مشغول ہوتے ہیں اور ان کا طریقہ خلوت در انجمن اور ہوتا ہے بموجب ؎

از درون شو آشنا و ز برون بیگانہ باش

ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اور ؎

دائم ہمہ جا و با ہمہ کس درکار — بیدار نہفتہ چشم و دل جانب یار

پس اس گروہ والا شکوہ کے ظاہر کار و گفتار اور اسرار پر اعتراض و انکار نہ چاہیے۔

حضرت ممشاد دینوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی دوستان حق کی دوستی کا انکار کرتا ہے تو سب سے کم اس کی سزا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو اپنے دوستوں میں داخل نہیں کرتا۔ حدیث قدسی ہے کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اُولیائی تحت قبائی لا یعرفہم غیری "میرے اولیاء میری قبا کے نیچے

پوشندہ ہیں۔ ان کو میرے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ ہاں میری تائید سے پہچان سکتا ہے لہٰذا کسی متقی پرہیزگار کو بنظر حقارت نہیں دیکھنا چاہیے۔ کیونکہ دوستان خدا چشم غیر سے پوشیدہ ہوتے ہیں اور جب تک بصیرت اور فراست صادق نہ ہو خلق میں تصرف نہ کرنا چاہیے۔ کہ اپنے اوپر ظلم کرنا ہے۔

ذوالنون مصری اور ابو تراب نخشبی رحمہما اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ جب کسی بندہ سے اعراض فرماتے ہیں تو اس بندہ کی زبان اولیاء اللہ پر طعن اور ردّ و انکار میں تیز ہو جاتی ہے۔

حضرت ابو عبداللہ سنجری فرماتے ہیں کہ لوگوں کے لئے سب سے زیادہ سود مند صحبت صالحین اور ان کے افعال و اقوال کی اقتدا ہے۔

حضرت ابو عبداللہ مغربی قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔ اولیاء اللہ بندگان خدا پر خدا کے امین ہیں اور ان کے قدم کی برکت سے خلق خدا سے بلا منقطع ہوتی ہے۔

استاذ الاولیاء غوث صمدانی محبوب سبحانی سیدنا عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ جماعت اولیاء بادشاہان دنیا و آخرت ہیں۔

حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ کا وجود ایک کرامت ہے ان کا مخلوق کو حق کی طرف دعوت دینا رحمت ہائے الٰہی میں سے ایک رحمت ہے۔ مردہ قلوب کو زندہ کرنا ان کی آیتوں میں سے ایک آیت ہے۔ ان کی ذوات مقدسہ اہل ارض کے لئے امان کا باعث ہے ان کا وجود غنیمت روزگار ہے بھم یمطرون و بھم یرزقون (یعنی ان کی وجہ سے بارش ہوتی ہے۔ اور ان کی وجہ

سے روزی دی جاتی ہے ' ان کی شان میں یہ آیا ہے۔ ان کا کلام دوا اور ان کی نظر شفا ہے۔ ھم جلساء اللہ وھم قوم لا یشقی جلیسھم ولا یخیب انیسھم۔ یعنی یہ لوگ اللہ کے ہم نشین ہیں اور یہ وہ قوم ہے کہ ان کا جلیس محروم و بد نصیب نہیں ہوسکتا۔ اور ان کا انیس نامراد نہیں ہوسکتا۔

شیخ ابوالحسن غزنوی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اولیاء اللہ والیان عالم ہیں۔ آسمان ان کے قدم کی برکت سے بارش برساتا ہے۔

سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ نے فرمایا کہ ذکر اولیاء حصن حصین دین ہے یعنی دین کا مضبوط قلعہ ہے۔

بہر حال حضرات اولیاء اللہ کی ذات بابرکات موجب بقائے ایمان اور ان کا ذکر باعث خوشنودیٔ رحمان ہے۔ ان کے احوال و اقوال قلوب مردہ کے لئے آبِ حیات، ان کی حکایات قلوب قاسیہ کے لئے زندگی و حلاوت بخش اور ان کے حالات کی شراب ناب تشنگان محبت کی پیاس بجھانے والی، ان کے اقوال و فرمودات گمراہان وادیٔ ضلالت و خفتگان خواب غفلت اور طالبان ہدایت کے لئے دلیل و رہنما ہیں

لہٰذا یہ چند اوراق جو چند اولیاء خدا کے تذکروں پر مشتمل ہیں۔ محبین و عشاق اور جو ان کی خوشبو سونگھنے والے ہیں ان کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔ یہ تذکرے اور تراجم مختلف مطبوعہ اور قلمی رسالوں میں بزبانِ فارسی مذکور ہیں۔ ان کو اردو زبان کا لباس پہنا کر ترتیب دے دیا ہے۔ امید ہے کہ عام مسلمان شائقین کے لئے عموماً اور اپنے زمانے کے مسلمانوں اور اولیائے کچھوچھہ کے خاندان اور متعلقین اور معتقدین کے لئے خصوصاً ضرور فرحت بخش اور قابل قبول

ہو گا ے

گر قبول افتد زہے عز و شرف

مقصود بالذات تو اولیائے جھونسی ہی کا تذکرہ ہے۔ مگر چونکہ ان کے تذکروں میں ان کے خاندانی بزرگوں اور سلسلۂ طریقت کے مشائخ کا بھی ذکر ہے اور وہ بہت نایاب بھی ہیں۔ اس لئے ان کا تذکرہ بھی ناگزیر تھا۔ لہٰذا بصیرت کے لئے اور اولیائے جھونسی کی شانِ عالی کو اجاگر کرنے کے ان کا ذکر بھی بالاختصار کر دیا گیا ہے اور نام اس کا "تذکرہ اولیائے جھونسی" رکھا ہے۔

اللہ کریم و رحیم سے دعا ہے کہ وہ میرا مقصد پورا فرمائے اور اسے مقبول و نافع بنا کر میرے لئے ذخیرۂ سعادت و ذریعۂ نجاتِ آخرت بنائے۔ آمین یا رب العالمین

خاکپائے درویشاں و گردِ راہ ایشاں

محمد فاروق چشتی صابری اشرفی وصی اللّٰہی

انزالوی ۔ الہ آبادی

مناسب معلوم ہوا کہ پہلے اولیائے جھونسی کے مشائخ کرام اور پیرانِ عظام کا مختصر مختصر تذکرہ کر دیا جائے چنانچہ سب سے پہلے سلسلۂ علیہ سہروردیہ کے بانی حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمۃ اللہ علیہ کے تذکرہ کی سعادت حاصل کی جا رہی ہے

وھو ھٰذا ۔

باسمہٖ سبحانہٗ

قطب زماں غوث دوراں شیخ الشیوخ

حضرت شیخ شہاب الدین السہروردی قدس سرہٗ

نام نامی و اسم گرامی آپ کا عمر ہے۔ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔ آپ کا نسب تیرہ واسطوں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔

چنانچہ آپ کا شجرۂ نسب یہ ہے۔ عمر بن محمد البکری السہروردی بن عبداللہ بن شیخ ابوسعید بن شیخ حسین بن قاسم بن نضر بن قاسم بن عبداللہ بن عبدالرحمٰن بن قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔

کنیت آپ کی ابوحفص ہے اور لقب شیخ الشیوخ شہاب الدین ہے۔

آپ قطب زماں غوث دوراں عالم، فاضل، کامل اور پیشوائے وقت تھے۔ اور طریقۂ علیہ سہروردیہ کے سید الطائفہ اور مذہباً شافعی تھے۔ آپ کا طریقہ تمام متابع اور مطابق شرع و سنتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم تھا اور بغداد میں اپنے عہد کے مشہور ترین مناظر تھے اپنے عم محترم حضرت شیخ ضیاء الدین ابوالنجیب سہروردی سے مرید تھے۔ سہرورد ایک شہر زنجان کے پاس عراق عجم سے ہے اسی مقام سہرورد

میں پیدا ہوئے۔ بڑے ہی صالح اور پارسا تھے عبادت و ریاضت میں بڑی کوشش کرنے والے تھے۔ ہمیشہ راہ صواب کی جستجو میں لگے رہتے تھے۔ آخر عمر میں آپ کا اس زمانہ میں کوئی مثل و نظیر نہ تھا۔ حضرت قطب ربانی غوث صمدانی محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کا زمانہ پایا اور بہ برکت صحبت آنحضرت فوائد عظیم و بہرہ تمام حاصل کیا اور آپ کی بہت عمدہ عمدہ تصنیفات ہیں۔ منجملہ ان کے کتاب عوارف المعارف ہے۔ جو آپ کی تصنیفات میں زیادہ مشہور ہے۔ خواص و عوام کا رجوع بغداد میں آپ کی جانب بہت زیادہ تھا۔ صوفیہ کا ایک گروہ عظیم کا مجاہدہ اور خلوت میں آپ پر بہت زیادہ ہجوم ہوا۔ اور آپ سے تصوف و کمال حاصل کیا۔

فرمایا کہ میں جوانی میں علم کلام میں مشغول تھا۔ اور اس علم کی چند کتابوں کو یاد کر لیا تھا۔ اور میرے عم مخدوم حضرت ابوالنجیب السہروردی اس سے مجھ کو منع فرماتے تھے۔ ایک روز میرے چچا حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کو حاضر ہوئے میں بھی ان کے ہمراہ تھا۔ راستہ میں جب قریب پہنچے تو فرمایا کہ حاضر باش کہ ایک مرد خدا کے دربار میں ہم چل رہے ہیں۔ جس کا دل خدائے تعالیٰ کی خبر دیتا ہے۔ اور اس کی زیارت کی برکات کے منتظر رہو جب حضرت کی خدمت میں پہنچ کر زیارت کا شرف حاصل کر کے ہم بیٹھ گئے تو شیخ ابوالنجیب نے عرض کیا۔ یا سیدا! یہ میرا برادر زادہ علم کلام میں مشغول ہے میں ہر چند منع کرتا ہوں لیکن یہ باز نہیں آتا۔ حضرت غوث الثقلین نے پوچھا اے عمر! کون سی کتاب تم نے حفظ کی ہے۔ میں نے کہا فلاں کتاب اور فلاں کتاب یہ سن کر حضرت نے اپنے دست مبارک

سے میرے سینہ کو مس کیا واللہ کہ ان کتابوں کا ایک لفظ بھی میرے حافظے میں محفوظ نہیں رہ گیا۔ اور اس علم کے تمام مسائل کو خدائے تعالیٰ نے میرے دل سے محو اور فراموش فرمادیا۔ اور علم لدنی سے میرے سینہ کو معمور اور لبریز کر دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے جو کچھ پایا ہے وہ بہ برکت حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی پایا ہے۔ آپ کے مرید شیخ نجم الدین کا بیان ہے کہ ایک دن میں اپنے شیخ کے پاس خلوت میں بیٹھا تھا۔ یعنی چلّہ میں تھا۔ چالیسویں دن واقعہ میں دیکھا کہ حضرت شیخ شہاب الدین ایک بلند پہاڑ پر تشریف رکھتے ہیں۔ سامنے جواہر کثیر رکھے ہیں اور اس کوہ کے دامن میں بیشمار مخلوق جمع ہے اور حضرت شیخ ان جواہرات کو مخلوق کے آگے بکھیر رہے ہیں اور بخش رہے ہیں۔ اور لوگ ان کو چن رہے ہیں اور جب کمی کا ارادہ کرتے ہیں اور زیادہ ہو جاتا ہے گویا حضرت کے سامنے جواہرات کا چشمہ بہہ رہا ہے۔ جب چلّے کو ختم کر کے میں حضرت کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا ابھی میں نے اس واقعہ کی خبر بھی نہیں دی تھی۔ میرے خبر دینے سے پہلے ہی حضرت نے ارشاد فرمایا کہ جو کچھ تم نے عالم واقعہ میں دیکھا ہے حق ہے۔ یہ اور اس جیسی تمام باتیں بہ برکت انفاس شیخ عبدالقادر ہیں رضی اللہ عنہ

آپ کی ولادت سہروردمیں ۵۳۹ھ میں ہوئی۔ اور وفات غرّہ محرم ۶۳۲ھ میں ہوئی۔ آپ کا مزار اندرون شہر بغداد ہے۔ مگر تاریخ ابن خلکان میں ہے کہ قبر آپ کی سہرورد میں ہے۔ واللہ اعلم۔

آپ کے مرید بہت زیادہ ہیں اور تمام ہی فاضل و کامل اور مشہور ہیں جیسے حضرت مخدوم شیخ بہاءالدین زکریا ملتانی نجیب الدین علی برغش اور شیخ حمیدالدین ناگوری وغیرہم

غوثِ وقت، قبلۂ اولیا سید الطائفہ

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند

قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد بن محمد البخاری ہے۔ رسالہ بہائیہ جو کہ مقامات خواجہ کے بیان میں ہے۔ اس میں نقشبند کی وجہ تسمیہ حضرت خواجہ خود فرماتے ہیں کہ میں اور میرے والد محترم قالین بافی اور نقشبند میں مشغول تھے۔ اور یہی حضرت مولانا عبد الرحمٰن جامی نے بھی لکھا ہے۔

آپ خواجگان نقشبندیہ کے سر سلسلہ اور سید الطائفہ ہیں۔ حضرت خواجہ بابا سماسیؒ نے آپ کو فرزندی میں قبول فرمایا اور خواجہ امیر کلال قدس سرہٗ سے آپ مرید ہوئے۔ حضرت خواجہ بابا سماسی نے جب اپنی فرزندی کے لئے آپ کو قبول فرمایا تو اپنے اصحاب سے فرمایا کہ یہ وہ مرد خدا ہے کہ یہ پھول اب مہکنے کو ہے۔ بہت جلد یہ مقتدائے روزگار ہوگا۔ پھر رخ اپنے مرید اور خلیفہ حضرت امیر کلال کی طرف کیا۔ اور فرمایا کہ اے امیر میرے فرزند بہاء الدین کے حق میں شفقت اور تربیت سے دریغ نہ کرنا۔ میں تجھ کو معاف نہ کروں گا اگر تو نے اس میں تقصیر کی۔ امیر گھٹنوں کے بل کھڑے ہو گئے اور سینہ پر ہاتھ رکھ کر عرض کیا کہ مرد نہ ہوں گا، اگر تقصیر کروں گا۔ چنانچہ آپ حضرت امیر کلال سے مرید

ہوئے اور انہیں سے تربیت پائی آپ اویسی بھی تھے اور حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کی روحانیت اور قثم شیخ وخلیل آتا جو مشائخ ترکستان میں ہیں سے فوائد کثیرہ حاصل کئے ہیں۔ آپ غوث وقت اور اپنے زمانہ کے قبلہ اولیاء تھے۔ خواص وعوام کا آپ کی طرف بہت زیادہ مرجوعہ تھا۔ آپ کا طریقہ تمام مطابق شرع شریف تھا۔ امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ کا مذہب رکھتے تھے۔ اور اس سلسلہ کے اکثر مشائخ حنفی تھے۔ لوگوں نے حضرت خواجہ بزرگ سے پوچھا کہ آپ کے طریقہ میں جہر خلوت اور سماع ہے آپ نے فرمایا کہ نہیں پھر پوچھا گیا کہ آپ کا طریقہ کیا ہے۔ فرمایا خلوت در انجمن بظاہر با خلق وباطن با حق سبحانہٗ تعالیٰ جیسا کہ خواجہ علی رامتینی نے فرمایا ہے ؎

از دروں شو آشنا وز بیروں بیگانہ باش
ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

اور ؎

ہمہ جا و با ہمہ کس در کار   میدار نہفتہ چشم و دل جانب یار

سلسلۂ نقشبندیہ کے سلسلہ میں مشہور شعر ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند   کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

کہتے ہیں کہ حضرت خواجہ کے یہاں کنیز و غلام بالکل نہ تھے۔ اس کے متعلق جب آپ سے پوچھا گیا تو فرمایا بندگی خواجگی کے ساتھ راست نہیں آتی۔ آپ سے کسی نے پوچھا کہ آپ کا سلسلہ کہاں تک پہنچتا ہے۔ فرمایا کوئی آدمی سلسلہ سے اپنے مقام پر نہیں پہنچتا۔ لوگوں نے آپ سے کرامت طلب کی تو فرمایا کہ ہماری کرامت تو ظاہر ہے کہ

باوجود اتنے گناہوں کے بوجھ کے روئے زمین پر چل پھر رہا ہوں۔ کسی نے آپ سے سوال کیا کہ آپ کی درویشی موروثی ہے یا مکتسب (یعنی حاصل کی ہوئی) تو فرمایا کہ "بحکم جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین" یعنی حق کے جذبات میں سے ایک جذب ثقلین کے عمل کے برابر ہے۔" اسی سے مشرف ہوا ہوں۔ فرماتے تھے کہ ہمارے طریقہ میں اقرب طریق نفی وجود ہے لیکن بغیر ترک اختیار و دید قصور اعمال حاصل نہیں ہوتا اور فرماتے کہ اس راہ کے چلنے والے کیلئے ماسوی اللہ کا تعلق بہت بڑا حجاب ہے۔

کہاں تک بیان کیا جائے آپ کے اقوال بہت سے ہیں۔ جو کہ نہایت ہی حکیمانہ و عارفانہ ہیں۔ طوالت کے خوف سے وہ نظرانداز کر دیئے گئے۔ فی الجملہ آپ کا طریقہ اور سلسلہ بہت ہی عالی اور نہایت ہی بلند ہے بڑے بڑے کاملین اس سلسلہ سے وابستہ ہوئے ان میں حضرت خواجہ محمد پارسا حضرت خواجہ ابونصر پارسا۔ حضرت خواجہ علاءالدین عطار حضرت خواجہ علاءالدین غجدوانی، حضرت مولانا یعقوب چرخی۔ حضرت خواجہ عبیداللہ احرار حضرت مولانا نظام خاموش۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی حضرت خواجہ باقی باللہ دہلوی۔ حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت مظہر عالم مرزا مظہر جان جاناں دہلوی، حضرت شاہ غلام علی دہلوی، حضرت قاضی ثناءاللہ پانی پتی، حضرت مولانا شیخ شاہ ولی اللہ دہلوی قدس اللہ اسرارہم ہیں۔

آپ کا لقب خواجہ بزرگ بھی ہے حضرت خواجہ بزرگ کی بہت سی کرامات ہیں کہ اس کا ایک شمہ بیان نہ ہو سکے گا۔

آپ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں کہ میرا فرزند خواجہ بہاءالدین ابھی چار ہی سال

کا تھا۔ ہمارے یہاں ایک گائے پلی ہوئی تھی وہ گابھن تھی۔ چار سالہ میرے بیٹے بہاء الدین نے کہا کہ اس گائے کا بچہ سفید پیشانی والا ہوگا۔ چند ماہ کے بعد اس کے بچہ اسی صفت پر پیدا ہوا۔

جب حضرت خواجہ مکہ معظمہ تشریف لے گئے۔ حاجی لوگ قربانی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا ہم بھی ایک پسر رکھتے ہیں اس کو آج ہم نے راہ خدا میں قربان کر دیا۔ جو درویش اس سفر میں آپ کے ہمراہ تھے انہوں نے اس تاریخ کو لکھ لیا۔ جب بخارا آئے اور تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ صاحبزادہ اسی دن فوت ہوا تھا۔ حضرت خواجہ جس طرح اپنی حیات مبارکہ میں صاحب تصرف تھے اسی طرح اب بھی صاحب تصرف ہیں ۔

آپ کی ولادت قصر عارفان میں ۷۱۸ھ میں ہوئی۔ اور وفات شب دوشنبہ ماہ ربیع الاول ۷۹۱ھ میں ہوئی آپ کے عمر شریف کی مدت تہتر ۷۳ سال ہے۔

ایک دن آپ نے فرمایا کہ شیخ ابوسعید ابوالخیر قدس سرہٗ سے لوگوں نے پوچھا کہ آپ کے جنازہ کے ساتھ ہم لوگ کون سی آیت تلاوت کرینگے۔ تو انہوں نے فرمایا کہ آیت پڑھنا تو بڑا کام ہے بس یہ شعر پڑھیں ؎

چیست ازیں خوب تر در ہمہ آفاق کار
دوست رسد نزد دوست یار بہ نزدیک یار

یہ واقعہ بیان فرما کر فرمایا کہ ہمارے جنازے کے ساتھ یہ اشعار پڑھے جائیں۔ ؎

مفلسانیم آمدہ در کوئے تو ⁂ شیئاً للہ از جمال روئے تو
دست بکشا جانب زنبیل ما ⁂ مرحبا بر دست و بر بازوئے تو

حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی

قدس اللہ سرہم

نام نامی و اسم گرامی حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا اور کنیت آپکی ابو محمد اور ابوالبرکات ہے۔ پدر محترم کا اسم گرامی وجیہہ الدین کمال الدین علی شاہ قریشی ہے۔ آپ کا نسب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے نانا اسد قریشی تک پہنچتا ہے۔ اور آپ کے جدامجد مکہ معظمہ سے پہلے خوارزم آئے پھر ملتان میں سکونت اختیار کرلی۔ حضرت زکریا ملتانی یہیں پیدا ہوئے۔ قرآن شریف حفظ کرنے کے بعد خراسان چلے گئے جہاں سات برس رہ کر بزرگان دین سے علوم ظاہری و باطنی حاصل کئے۔

آپ علوم ظاہری و باطنی و فقہ و حدیث و اصول و فروع میں عالم و عارف کامل تھے۔ اپنے وقت کے قطب و غوث اور اپنے زمانہ کے شیخ الاسلام تھے۔ بے نظیر اولو العزم بزرگایں سے تھے۔ حنفی مذہب رکھتے تھے۔ شیخ الشیوخ شیخ شہاب الدین سہروردی کے جانشین اور اجل خلفاء و اکمل مریدوں میں سے تھے۔ صاحب مقامات عالیہ اور کرامات و خوارق ظاہرہ تھے۔ حضرت بابا فرید الدین گنج شکر قدس سرہٗ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ جب سفر حج سے واپس ہوئے تو بغداد پہنچے تو حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی کو تلاش کر کے ان کی خدمت مبارکہ میں پہنچے اور ان سے

مرید ہوگئے ۔ آپ کی خلافت اور خرقہ پوشی کی یہ صورت ہوئی کہ شیخ الشیوخ کی خدمت میں پہنچنے اور مرید ہونے اور رسوخ حاصل کرنے کے بعد منتظر تھے کہ دیکھیے کب خرقہ پوشی ہوتی ہے ۔ ایک روز واقعہ میں دیکھا کہ سرور کائنات فخر موجودات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان میں رونق افروز ہیں ۔ اور شیخ الشیوخ حضرت شیخ سہروردی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے گھٹنوں کے بل کھڑے ہیں اور اس گھر میں ڈوری (رسّی) بندھی ہوئی ہے اور اس ڈوری پر چند خرقے لٹکائے ہوئے ہیں ۔ فرماتے ہیں کہ آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو طلب فرمایا ۔ شیخ الشیوخ قدس سرہٗ نے میرا ہاتھ پکڑ کر حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدمبوسی سے مشرف فرمایا ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لٹکے ہوئے خرقوں میں سے ایک خرقہ کی طرف اشارہ فرمایا اور فرمایا کہ اے عمر! یہ خرقہ بہاءالدین کو پہنادو چنانچہ شیخ الشیوخ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے خرقہ پہنادیا ۔

علی الصباح شیخ الشیوخ قدس سرہٗ نے مجھ کو بلوایا ۔ جب آپ کی خدمت میں میں پہنچا تو وہاں بھی دیکھا میں نے کہ وہی خرقے ڈوری پر لٹکے ہوئے تھے ۔ حضرت شیخ الشیوخ فوراً اپنی جگہ سے اٹھے اور وہی خرقہ کہ جسکی طرف رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا تھا مجھ کو پہنادیا اور فرمایا کہ بہاءالدین تم جانتے ہو کہ یہ خرقہ کون ہے ؟ یہ خرقۂ رسول ہے ۔ اور میں درمیان میں ایک واسطہ سے زیادہ کچھ نہیں ہوں اور کسی کو بے اجازت نہیں دلا سکتا ہوں پھر مخدوم شیخ ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ الشیوخ سے رخصت ہوکر ملتان تشریف لاکر متوطن ہوگئے ۔ اور طالبین کے ارشاد و تربیت میں مشغول ہوگئے ۔ اور آپ کے قدوم میمنت

لزوم کی برکت سے خلق کثیر فیضیاب ہوئی اور ہدایت کو پہنچی اور اس دیار کے لوگ آپ کے مرید اور معتقد ہوئے۔ مشہور شاعر عراقی آپ کا داماد تھا۔ والئی سندھ وملتان ناصر الدین قباچہ کو آپ سے بہت عقیدت تھی۔

کرامات وخوارق آپ سے بہت زیادہ ظاہر ہوئیں۔ جن کا کوئی شمار نہیں۔ آپ کی ولادت ۵۶۶ھ میں، قلعہ کوٹ کروڑ میں ہوئی۔ اور آپ کی وفات روز پنجشنبہ بعد ادائے ظہر ہفتم ماہ صفر ۶۶۶ھ میں ہوئی۔ عمر شریف آپ کی سو سال ہوئی۔ قبر شریف آپکی شہر ملتان کے حصار قدیم میں ہے۔ حضرت مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی رحمۃ اللہ علیہ حضرت مخدوم شعبان الملت جھونسوی کے دادا پیر ہیں۔

مخدوم حضرت شیخ صدرالدین محمد قدس سرہٗ

نام نامی واسم گرامی صدرالدین عارف محمد کنیت آپ کی ابوالمغانم ہے حضرت شیخ مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے فرزند رشید اور مرید کامل وخلیفہ جانشین ہوئے۔ باون سال اپنے پدر بزرگوار کے سجادہ پر بیٹھ کر طالبین ومریدین کے ارشاد وتربیت میں مشغول رہے۔ علوم ظاہر وباطن اور کشف وکرامت میں عظیم القدر اور جلیل الشان تھے۔

آپ جب اپنی والدۂ محترمہ کے شکم میں تھے۔ سات مہینے گذر چکے تھے تو آپ کی والدہ محترمہ حضرت مخدوم بہاءالدین ملتانی کی خدمت میں دیدار وسلام کے واسطے حاضر ہوئیں تو حضرت زکریا ملتانی فوراً کھڑے ہوکر تعظیم بجالائے شیخ رکن الدین کے والد حضرت شیخ صدرالدین کو خلاف معمول وعادت یہ امر

دیکھ کر بہت تعجب ہوا اور پوچھا کہ یا حضرت اس تعظیم کا سبب کیا ہے۔ ارشاد فرمایا کہ یہ تعظیم اس شخص کے واسطے ہے جو تمہاری بیوی کے شکم میں ہے۔ اس لئے کہ وہ چراغ خاندان و دودمان ہے۔

۹ر جمادی الاولیٰ کو جب کہ آپ صلوٰۃ التسبیح میں مشغول تھے۔ آخری رکعت میں روح مبارک آپ کی علیین کو روانہ ہوگئی۔ رحمۃ اللہ علیہ۔ قبر شریف آپکی اپنے پدر و جد بزرگوار کی قبروں کے پاس ہی ہے۔ حضرت مخدوم شعبان الملت جھونسوی نے آپ کی خدمت میں کئی برس رہ کر آپ سے فیض باطنی حاصل لیا اور آپ ہی کے حکم سے حاجی الحرمین شیخ منہاج الدین کی خدمت میں بہار پہنچے اور خرقۂ مبارک سہروردیہ حاصل کیا۔

حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی و اسم گرامی آپ کا سید جلال بخاری ہے اور جد یعنی دادا بزرگوار کا نام نامی سید جلال بخاری سرخ تھا۔ اس قبیلہ کا اول شخص جو ہندوستان میں آیا وہ یہی بزرگ سید جلال بخاری سرخ ہیں۔ جب یہ بخارا سے تشریف لائے تو حضرت مخدوم شیخ زکریا بہاء الدین ملتانی سے مرید ہوگئے۔ صحیح النسب بزرگوں میں سے تھے۔ علم ظاہر اور باطن کے جامع تھے۔ ان کے تین فرزند تھے۔ سید احمد کبیر سید بہاء الدین، سید محمد۔

سید احمد کبیر کے دو فرزند رشید و سعادتمند تھے۔ ایک قطب و غوث، دفت

شیخ المشائخ مشرف اہل زمانہ نادر دیگانہ روزگار حضرت مخدوم جہانیان دم سید جلال الدین بخاری قتال یہ بھی اولیا رہیں سے تھے۔

مخدوم جہانیاں کی تربیت ظاہری و باطنی اگرچہ آپ کے پدر بزرگوار نے بڑی عمدہ فرمائی لیکن پھر حضرت شاہ رکن الدین بن صدرالدین بن مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی قدس سرہم سے مرید ہوئے۔ اور ان کی تربیت کی برکت سے ہر وادی میں کمال کو پہنچ کر یگانہ روزگار ہو گئے اور مخدوم جہانیان لقب اس وجہ سے پڑا کہ عید کے روز حضرت شیخ بہاءالدین و حضرت شیخ صدرالدین کے روضۂ مبارک پر جاکر عیدی طلب کی آواز آئی کہ حق تعالیٰ نے تم کو مخدوم جہانیاں کر دیا۔ تمہاری عیدی یہی ہے۔ پھر اپنے پیر حضرت مخدوم شاہ رکن الدینؒ کے مزار پر پہنچے تو یہی آواز آئی۔ خدا کی شان جس وقت روضہ سے باہر نکلے ہیں ہر شخص کی زبان پر مخدوم جہانیان جاری تھا۔ خوارق و کرامات آپ سے حد سے زیادہ صادر ہوئے۔ مکہ معظمہ تشریف لے گئے تو وہاں امام عبداللہ یافعی سے ملاقات کی اور ان دونوں بزرگوں کے درمیان اتحاد و محبت اس درجہ ہوئی کہ اس سے زیادہ کا تصور نہیں مکہ معظمہ سے ملاقات کی اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی سے ملاقات کی اور حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی ہی کے دست مبارک سے چشت کا خرقہ مبارکہ پہنا۔

آپ کی ولادت شعبان کے اول جمعہ ۷۰۷ھ میں ہوئی اور وفات وقت غروب آفتاب روز چہار شنبہ عید الاضحیٰ ۷۸۵ھ میں ہوئی۔ عمر شریف اٹھہتر سال تین ماہ اور چھبیس روز ہوئی۔ قبر شریف ملتان میں ہے۔

حضرت شیخ نجم الدین ابراہیم قدس سرہٗ

آپ کا نام نامی اسم گرامی ابراہیم ہے۔ کنیت ابو محمد اور لقب نجم الدین صحیح النسب سید تھے۔ بحر الانساب میں ہے کہ آپ کا نسب چودہ واسطوں سے امام موسیٰ کاظم تک پہنچتا ہے۔ حضرت شاہ صدر الدین عارف بن حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی سے مرید ہوئے۔ اور ان کے صاحبزادے حضرت شاہ رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہوئے اور ان کی صحبت سے بہت زیادہ فائدہ حاصل ہوا۔ ان کے احوال عجائب و غرائب ہیں بہت زیادہ صاحب کشف و کرامت تھے۔ کہتے ہیں کہ آپ ایک ہندو بچہ پر عاشق ہو گئے تھے اور وہ لڑکا قوم راجپوت سے تھا۔ ایک روز اس ہندو بچہ کو اس کی قوم کے لوگوں نے بہت طعنہ زنی کی کہ تو ایک ترک کا معشوق ہو گیا ہے اس طعنہ کی وجہ سے اس لڑکے کے دل میں غیرت و حمیت پیدا ہوئی۔ اس کے بعد جب حضرت مخدوم نجم الدین اس کے سامنے پہنچے اس ہندو بچہ نے شمشیر کھینچ کر آپ پر ضربیں لگانا شروع کیا۔ چنانچہ بہت ضربیں لگائیں۔ مگر آپ کے جسم مبارک پر ایک ضرب بھی واقع نہیں ہوئی گویا ہوا یا پانی پر ضرب پڑ رہی ہے اور جسم مبارک پر نہیں پڑ رہی ہے لوگ یہ تماشا دیکھ رہے تھے چنانچہ کفار نے جب یہ ماجرا دیکھا اور کھلی آنکھوں آپ کی کرامت کا مشاہدہ کیا۔ تو دل میں اسلام کی عظمت بیٹھ گئی اور وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین ان کے مرید ہیں اور وہ بھی از راہ بزرگی شیخ نجم الدین ابراہیم کے نام سے مشہور ہوئے۔

۹ ربیع الاول ۱۴۱ھ بروز پنجشنبہ آپ اس عالم فانی کو چھوڑ کر عالم جاودانی کو روانہ ہوئے قبر آپ کی ضلع الہ آباد موضع سہنڈہ میں ہے۔

حضرت مخدوم شیخ منہاج الدین حاجی الحرمین قدس اللہ سرہٗ

نام نامی واسم گرامی آپ کا حسن کنیت ابو محمد لقب منہاج الدین ہے۔ آپ کے آبا کا نسب سترہ واسطوں سے حضرت امام محمد باقر رضی اللہ عنہ تک منتہی ہوتا ہے۔ آپ صحیح النسب سید ہیں مگر شیخ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حضرت شیخ نجم الدین ابراہیم قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں۔ حضرت مخدوم شاہ شعبان الملت بھکری ثم جھونسوی کے شیخ ہیں۔ آپ کی ریاست باطنی شہر بہار تھی آپ کے احوال عجائب وغرائب ہیں۔ جس وقت آپ مخدوم صاحب کے حلقۂ ذکر میں بیٹھتے تھے لا الہ کہنے کے وقت آپ کا وجود محو ہو جاتا تھا۔ اور جب الا اللہ کہتے تھے وجود موجود ہو جاتا تھا۔ ایک روز حضرت مخدوم سید شعبان الملت والدولت جھونسوی نے عرض کیا کہ اگر اس خاکسار کو حکم ہو تو کعبہ متبرکہ کی زیارت کروں۔ مخدوم صاحب نے فرمایا کہ اے سید! تیرا کعبہ تو میرے آستین میں ہے حضرت مخدوم شعبان الملت نے جب آستین مبارک کی طرف نظر کیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ فی الحقیقت کعبہ شریف آنحضرت کی آستین میں ہے۔

ایک عورت آپ کی مرید تھی اس کے ایک اکلوتا بیٹا تھا اتفاقاً ایک مرض میں گرفتار ہوا اور مرگیا۔ وہ عورت مذکور حضرت مخدوم صاحب کی خدمت میں آئی اور اپنے دونوں ہاتھ بے خودی میں حضرت کے زانو پر مار کر کہا کہ آپ کی آپ کی خدمت میں مجھ کو یہی صلہ ملا کہ میرا بیٹا میرے ہاتھ سے جاتا رہا۔ یہ کہہ کر بہت گریہ وزاری کرنے لگی۔ حضرت مخدوم ممدوح کو جوش آیا۔ اور فرمایا کہ عزمت کرو کہ تیرا فرزند تیرے گھر کے دروازے پر زندہ بیٹھا ہوا ہے۔ عورت دوڑی ہوئی اپنے گھر پہنچی دیکھتی کیا ہے کہ اس کا لڑکا دروازے پر زندہ بیٹھا ہوا ہے۔

حضرت مخدوم صاحب جب کعبہ مکرمہ کی زیارت سے فارغ ہو کر بغرض زیارت قبر حضرت حسن بصری بصرہ پہنچے تو پہونچتے ہی خلق میں شہرت ہوگئی کہ ایک بزرگ مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین آئے ہیں۔ چنانچہ بادشاہ مصر آپ کی ملاقات کے واسطے حاضر ہوا۔ کیا دیکھتا ہے کہ بارہ اشخاص ایک شکل وصورت کے بیٹھے ہوئے ہیں آخرش بادشاہ نے عرض کیا کہ ان میں منہاج الدین حاجی الحرمین کون ہیں۔ جواب ملا کہ سب منہاج الدین ہیں۔ بادشاہ متحیر وششدر رہ گیا۔ اور بہت زیادہ معتقد ہو کر حلقۂ ارادت میں داخل ہو کر مرید ہو گیا۔ اور حضرت سے رخصت کی اجازت لے کر چلا گیا۔ چند مدت کے بعد حضرت نے بادشاہ کو بلوایا اور وصیت فرمائی کہ میں فلاں روز دنیا سے رحلت کر دوں گا۔ مجھ کو حضرت حسن بصری کی قبر مبارک کے پاس دفن کریں۔ بادشاہ نے جواب میں عرض کیا کہ اس جگہ زمین تین یا سات کردہ وہ کسی کو قبول نہیں کرتی۔ آنحضرت نے فرمایا ہم کو قبول کرے گی۔ چنانچہ جب آپ کی آپ کے فرمانے کے مطابق اس وقت وفات ہوئی تو حضرت حسن بصری کے پائنتی

کی طرف آپ کو دفن کر دیا گیا جس روز آپ کو دفن کیا گیا بادشاہ نے اپنے کچھ آدمیوں کو وہاں ٹھہرنے کا حکم دیا اور کہا کہ اگر زمین لاش مبارک کو باہر کر دے تو لاش مبارک کو وہاں سے منتقل کر کے ہمارے مقبرہ میں لایا جائے۔ وہیں آپ کی تدفین ہوگی ۔ چنانچہ وہ لوگ وہیں ٹھہرے رہے۔ جب رات ہوئی تو ندا آئی جس کو سب نے سنا کہ وہ حضرت حسن بصری کے مزار سے برآمد ہو رہی ہے حضرت حسن بصری فرما رہے تھے کہ اے بیٹے میری تربت کے برابر میں آجا۔ کہ تیری طرف پیر پھیلانے کو مستکبرہ اور ناپسند کرتا ہوں یہ آواز نکلتے ہی ناگہاں حضرت مخدوم کی تربت مبارک اس جگہ سے منتقل ہو کر حضرت حسن بصری کی تربت مبارک کے برابر میں آگئی۔ لیکن قدرے پائتی کی طرف مائل رہی۔

وفات آپ کی ۲۰۸ھ میں واقع ہوئی۔ قبر شریف بصرہ میں ہے۔

حضرت شاہ مدار مکنپوری قدس سرہٗ

نام نامی واسم گرامی بدیع الدین ہے لقب شاہ مدار ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ شجرہ نسب یہ ہے۔

بدیع الدین بن علی شاہ کافور بن قطب بن اسمٰعیل بن محمد بن حسن بصری بن بہار الدین بن بدر الدین بن عبد الحافظ بن شہاب الدین بن طاہر بن مطہر بن عبد الرحمٰن بن صحابی رسول حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ۔ آپ شیخ محمد طیفور شامی کے مرید تھے۔ آپ کی نسبت ارادت وطریقت بوجہ کبر سنی یا کسی وجہ سے پانچ یا چھ واسطوں سے حضرت رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ جاتا ہے۔ آپ غرائب احوال عجائب

انوار مقامات بلند اور کرامات ارجمند رکھتے تھے۔ آپ کی بزرگی اس سے زیادہ ہے کہ تحریر و تقریر میں آ سکیں۔

کہتے ہیں کہ بارہ سال تک آپ نے کھانا نہیں کھایا۔ اور جو لباس کہ ایک بار پہن لیا تو دوبارہ اس کے دھونے کی نوبت نہیں آئی۔ اور ہمیشہ سفید اور پاکیزہ رہتے تھے۔ شیخ عبدالحق دہلوی نے لکھا ہے کہ آپ مقام صمدیت پر فائز تھے۔ جو اللہ کی راہ میں چلنے والوں کا ایک مرتبہ ہے۔ اور حق تعالیٰ نے آپ کو حسن و جمال اس اعلیٰ اور کمال درجہ کا عطا فرمایا تھا کہ آپ کے چہرۂ مبارک پر جس کی نظر پڑتی وہ بے اختیار سجدے میں گر جاتا۔ اسی وجہ سے ہمیشہ اپنے روئے مبارک پر نقاب ڈالے رکھتے تھے۔

آپ کی وفات ۱۸ جمادی الاولیٰ ۸۴۴ھ میں واقع ہوئی۔ قبر شریف آپ کی موضع گھن پور میں ہے جو کہ شہر قنوج کے توابع میں سے ہے ہر سال ماہ جمادی الاولیٰ میں عرس ہوتا ہے۔ مرد و زن صغیر و کبیر ہندوستان کے اطراف و جوانب سے پانچ چھ لاکھ کی تعداد میں مع جھنڈوں کے جمع ہوتے ہیں۔

حضرت میر سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ

نام نامی آپ کا سید محمد مکی کنیت اور لقب شجاع الملک اور سید جعفر ثانی ہے۔ آپ مخدوم سید شعبان الملت والدولت جھونسوی کے پردادا ہیں۔

آپ کا سلسلہ نسب یہ ہے۔ میر سید محمد مکی بن ابو محمد سید حامد بن سید احمد بن ابو احمد سید محمد بن سید انور بن ابو ابراہیم سید منور بن ابو القاسم سید افضل بن ابو الفضل

سید اکرم بن سید مکرم بن ابو اکرم سید شریف بن ابوالاشرف الاحمد سید اشرف بن سید نصراللہ بن ابونصر اسمٰعیل بن جعفر بن علی الہادی التقی بن امام نقی بن موسیٰ رضا بن موسیٰ کاظم بن جعفر صادق بن امام محمد باقر بن زین العابدین بن حسین بن علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

آپ کے والد محترم سید محمد محامد کچھ عرصہ طائف میں حاکم رہے قران کی مکہ معظمہ میں ہے حضرت پیر سید محمد مکی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت بیت اللہ شریف میں ہوئی بات یہ ہوئی کہ آپ کی والدہ محترمہ زیارت بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظمہ تشریف لے گئی تھیں۔ بحالت طواف ایسا درد زہ لاحق ہوا کہ اپنے گھر پہنچنے کی طاقت نہ رہ گئی تھی۔ نہ اتنا موقع ملا۔ آخر ش بیت اللہ شریف کے اندر تشریف لے گئیں۔ اور وہیں آپ پیدا ہوگئے۔ یہ ولادت ۵۴۲ھ میں واقع ہوئی۔ عمر جب تیس برس کی ہوئی تو بہ ضرب شمشیر یمن کی سلطنت حاصل کی۔ وہاں کے تمام عباسیوں کو قتل کیا، اور حکومت حاصل کر لی۔ تقریبًا دس سال تخت حکومت پر متمکن رہے۔ شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہٗ کی صاحبزادی آپ کے حبالۂ نکاح میں تھیں۔ چنانچہ میر سید شمس ماہ و میر سید ماہ دو صاحبزادے یمن ہی میں پیدا ہوئے۔ دس سال تک یمن میں حکومت کرتے ہوئے گذر گئے تو ایک روز خواب میں سرکار دو عالم فخر بنی آدم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بدولت خود ان کو دو روٹی اور ایک آفتابہ عنایت فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ میں نے تجھ کو ہندوستان کا خروج دیا۔ علی الصباح ایک نائب کو وہاں چھوڑ کر مدینہ منورہ

بدر الدین بن صدر الدین بن سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہم۔

ولادت آپ کی مقام لہندی میں ہوئی جو سکھر اور بھکر کے متصل ایک موضع ہے۔ جب آپ کی عمر شریف تیس سال کی پہنچی تو عشق الہٰی نے جوش کیا۔ جس نے مضطرب اور بے چین کر دیا۔ وصل محبوب کی فکر لاحق ہوئی چنانچہ جس جگہ خبر عارفان حق و حقیقت کی سنتے وہاں پہنچ کر ان کی ملازمت و صحبت اختیار کرتے آخرش ملتان تشریف لائے۔ عارف باللہ حضرت شمس الدین عریض علیہ الرحمۃ کی زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ حضرت موصوف نے آپ کے حق میں بہت سی تفصیلات فرمائیں اور فرمایا کہ تمہارا نصیبہ ارادت دوسری جگہ ہے۔ تمہارا نصیب ولایت سلوک ہے اور یہاں تربیت جذبہ ہے۔ یہ سن کر آپ نے عرض کیا کہ جہاں ہمارا نصیب ہے ارشاد فرمایا جائے حضرت شمس موصوف نے ارشاد فرمایا۔ حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی سہروردی کے پوتے حضرت شاہ رکن الدین ابو الفتح سہروردی کی خدمت میں جاؤ چنانچہ آپ آنحضرت کی خدمت میں پہنچے۔ جونہی حضرت مخدوم شاہ رکن الدین ابو الفتح نے سید شعبان الملت کو دیکھا نظر پڑتے ہی کمال خوش ہوئے اور فرمایا الحمد للہ ایک شیر تر ہمارے دام میں آیا ہے۔ اور بڑی توجہ اور شفقت فرمانے لگے۔ چند مدت حضرت شعبان الملت حضرت موصوف کی خدمت میں عبادت و ریاضت میں مشغول رہے۔ یہانتک کہ دو سال ہو گئے۔ بعد دو سال کے شیخ موصوف سے عرض گذار ہوئے کہ یا حضرت ہم کو کچھ ارشاد فرمایا جائے فرمایا کہ سلسلہ سہروردیہ میں اول طریق یہ ہے کہ چالیس روزہ طے رکھے اور چالیس روزہ ہفت دوام بعدہ

چالیس روزہ چلہ اس کے بعد یکہ کہوں گا حسب فرمان شیخ موصوف آپ نے روزوں کی ریاضت پوری کی بعد اس ریاضت کے شیخ مذکور نے چہل اسماء میں مشغول کیا۔ اس کے بعد اسی عرصہ میں حضرت خواجہ خضر علیہ السلام سے بھی ملاقات میسر ہوئی۔ ان سے بھی مستفید ہوئے پھر چند مدت کے بعد حضرت سید شعبان الملت نے حضرت شیخ رکن الدین کی خدمت میں بیعت کی درخواست پیش کی حضرت شیخ نے فرمایا" شیخ منہاج الدین حسن حاجی الحرمین جو کہ ہمارے یاروں میں سے بہار میں متمکن ہیں تمہارا نصیبہ بیعت انہیں کی خدمت میں ہے وہاں جاکر حاصل کرو۔ اللہ اللہ کیسا کیسا سخت سخت امتحان ہے۔ جو محبوب اور مطلوب کی راہ میں پیش آرہا ہے۔ ؎

چلا ہیں وادی الفت میں راہ سوزن کی
قدم قدم مجھے ڈوبنے کو چاہ ملے

این چنیں شیخ گدائے کوبکو ✤ عشق آمد لاابالی فاتقوا

حضرت مخدوم شعبان الملت نے بحکم شیخ موصوف بہار جانے کے لیے رخت سفر باندھ لیا۔ اور روانہ ہوگئے۔ راقم السطور فقیر حقیر محمد فاروق کہتا ہے کہ جوش طلب ملاحظہ کے قابل ہے۔ کہاں بھکر سندھ اور کہاں ملتان پھر کہاں ملتان اور کہاں بہار۔ زمانہ وہ کہ راہ پرخطر، مسافت طول طویل۔ راستہ دشوار گذار، سفر باشقت، زادراہ مفقود، پھر وسائل سفر ندارد کب پہنچے ہوں گے۔ اور کیونکر پہنچے ہوں گے۔ مگر بقول احقر ؎

جو سینے میں ہو آتش عشق سوزاں ✤ تو کردے یہ ہر ایک مشکل کو آساں

غرض یہ اللہ کا دیوانہ خطرات و مشکلات کی پرواہ کئے بغیر با دل بریاں و سینہ بریاں بزبان حال احقر کے یہ اشعار پڑھتا ہوا چل پڑا۔

وفور محبت سے سرشار ہو کر	چلا ہوں سکوں کا طلبگار ہو کر
بشوق فراواں غزل خواں رقصاں	بحال پریشاں افتاں و خیزاں
کبھی مست و سرشار خنداں و گریاں	کبھی فضل باری پہ شاداں و فرحاں
تمنائے دل کبھی گلستاں گلستاں	کبھی با جولاں بیاباں بیاباں
اگرچہ رہ و رسم سے بے خبر تھا	مگر شوق مطلوب خود راہبر تھا
کسی خاص دھن میں چلا جا رہا تھا	کوئی تھا جو مجھ کو لئے جا رہا تھا
بالآخر مرا جذب دل کام آیا	کہ لیلائے مقصود نے منہ دکھایا
خوشا میری قسمت کہ منزل پہ لائی	تلاطم میں کشتی تھی ساحل پہ آئی

آخر حضرت مخدوم شعبان الملت الدولت بہار پہنچ گئے۔ دیکھتے کیا ہیں کہ حضرت مخدوم شاہ منہاج الدین بیرون شہر سرراہ کھڑے ہیں۔ ان کو دیکھتے ہی پکار اٹھے کہ بیا بیا اے سید کہ من انتظار تو بودم۔ آؤ آؤ اے سید کہ میں تیرے انتظار ہی میں تھا۔

انہوں نے دوڑ کر قدم بوسی کا شرف حاصل کیا۔ پھر جائے قیام پر تشریف لے گئے۔ حضرت مخدوم شعبان الملت وہاں رہنے لگے۔ اور ایک دو دن دس بیس دن نہیں بارہ سال تک مجاہدہ و ریاضت و عبادت میں مشغول رہے۔ اور بارہ سال کے بعد حضرت مخدوم حاجی الحرمین منہاج الدین نے شعبان الملت کو حیطہ بیعت میں داخل کیا۔ اور فرمایا کہ تمہارے رہنے کی جگہ شیخ پورہ

ہے وہاں جاکر اقامت اختیار کرو۔ اپنے مخدوم شیخ کے حکم سے دو سال اور اقامت گزین رہے۔ اور دولت ونعمت باطنی سے مالا مال ہو گئے۔ ایک دن حضرت مخدوم منہاج الدین نے حضرت مخدوم شہاب الملت کو حضور میں طلب کیا اور فرمایا کہ آج رات خواب میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوا ہیں نے دیکھا کہ گویا آپ کو اس جگہ سے رخصت فرمارہے ہیں۔ اور فرمارہے کہ پیاگ (پریاگ) یعنی الہ آباد جاؤ کفارا ہیں۔ اس جگہ پہنچ کر رسم اسلام جاری کرو سید شہاب الملت یہ حکم سن کر پریاگ یعنی الہ آباد جانے کے لئے تیار و آمادہ ہو گئے۔ اور بالآخر بیاس فقرا و اہل اللہ واصل بحق یاران طریقت ہیں سے ہمراہ لے کر الہ آباد کی جانب چل پڑے اور چلتے چلتے جھونسی پہونچے۔ اس وقت جھونسی کا نام ہر بونگ پور تھا۔ راجہ ہربونگ حکومت کرتا تھا۔ جھونسی کے دکن جانب جنگل یعنی جھاڑی بہت تھی اسی جنگل میں مع پچاسوں ہم رکاب فقراء کے قیام پذیر ہوگئے۔ نماز کا وقت ہوا۔ تو لب دریائے گنگا ان فقراء اللہ نے اذان نماز کے لئے اللہ اکبر اللہ اکبر کی صدا بلند کی کفرستان میں نعرۂ تکبیر و توحید کی آواز گونجی۔ اس آواز کا بلند ہونا اور گونجنا تھا کہ شرک کے خرمن میں آگ لگ گئی معبد کفر میں کھلبلی مچ گئی۔ کافر راجہ ہربونگ کے کان میں آواز اذان پہنچی تو کہا یہ ملیچھ کہاں سے آیا ہے۔ جو ہماری بستی میں اذان دیتا ہے۔ طاقت کے نشہ میں چور راجہ کی نظروں میں چند بے نوا فقیروں کی کیا حقیقت تھی۔ مسکین لوگ خبر کہ غیبی طاقت ان کی تائید میں ہے۔ اور وہ خدائے ذوالجلال والاکرام کے حکم سے سردار دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے ہیں۔ بہر حال اپنے آدمیوں کو

بھیج کر کہلایا کہ تم مسلمان ہو اور یہ جگہ جائے ہنود ان ہے۔ یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ تمہارا یہاں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ حضرت مخدوم شعبان الملت رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت استغنا اور لاپروائی سے جواب میں کہلوایا کہ جا کے راجہ سے کہدو کہ میں خدا اور اپنے پیر کے حکم سے آیا ہوں اور یہاں استقامت اختیار کرلی ہے نہ تمہارے بلانے سے آیا ہوں نہ تمہارے کہنے سے چلا جاؤں گا۔ خوب سمجھ لو کہ ہم کو یہاں رسم اسلام جاری کرنا ہے۔ جانا اور بھاگنا نہیں ہے۔ راجہ مردود کو بھلا اس بات کے سننے کی کہاں تاب تھی۔ اپنے چند سپاہیوں کو بھیجا اور حکم دیا کہ جاؤ اور ان سب کا سر تن سے جدا کر کے دریا میں پھینکدو۔ سپاہی حضرت مخدوم کی طلب میں پہنچے اور شمشیر علم کر کے چاہا کہ قتل کر دیں۔ مگر تائید غیبی آپ کے ساتھ تھی۔ ستارۂ مریخ آپ کے زیر فرمان مسخرانہ تابع تھا۔ چنانچہ حضرت مخدوم نے انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھائی اور بچشم جلال بنگاہ گرم نعرہ مارا "اُقتل یا مریخ" اے مریخ ہلاک کر۔ آوازہ مبارک کا بلند ہونا تھا کہ ان تمام کافر سپاہیوں کے سر یکبارگی تن سے جُدا ہو کر الگ جا پڑے۔ جب یہ خبر راجہ مردود کو پہنچی تو غصّہ سے بے تاب ہوگیا۔ خود سوار ہو کر معہ لشکر جا پہنچا۔ ایک گھڑی تلوار کا بازار گرم رہا۔ تقدیر الہٰی سے آپ کے یارانِ طریقت میں سے سات فقیر درجۂ شہادت سے فائز المرام ہوئے۔ تقدیر الہٰی پوری ہو چکی تو حضرت مخدوم کھڑے ہو گئے اور بہ نگاہ گرم "اُقتل یا مریخ" کا نعرہ لگایا۔ نعرہ کے بلند ہوتے ہی راجہ ہرنونگ اور اس کی پوری فوج کے سر تن سے علیحدہ ہو کر الگ جا پڑے مگر ابھی آپ کا جلال ترقی پر تھا۔ دوبارہ اس کے قلعے کی جانب نگاہ گرم ڈالی اور

اور پر جلال نعرہ بلند فرمایا راجہ کا قلعہ متزلزل ہوکر چکر کھانے لگا۔ آخر بیخ و
بنیاد سے اکھڑ کر اس کی عمارت زیر و بالا ہو گئی اور وہ کافر معہ افواج کے جہنم
رسید ہو گیا۔ باقی تمام ہنود ان اس زلزلے سے خوف زدہ ہو گئے اور اسلام کی
آغوش میں آ گئے اور رسم اسلام جاری ہو گئی۔ مخدوم صاحب سید شعبان الملت
قدس سرہٗ نے اسی جگہ اقامت فرمائی۔ اور چند مدت تک وہاں اقامت گزیں رہے
اس کے بعد چند فقرا کو جھونسی میں چھوڑ کر حویلی پریاگ میں یعنی سید سرایاں
کے قریب موضع چرئی تشریف لے گئے۔ اور وہیں عبادت و ریاضت میں مشغول
ہو گئے۔ ادھر آپ کے محترم شیخ مخدوم شاہ منہاج الدین حاجی الحرمین نے
مکہ معظمہ کی زیارت کا قصد فرمایا اور بہار سے روانہ ہو گئے۔ اور جھونسی
پہنچے۔ جب وہاں پہنچے تو پوچھا کہ ہمارے یار سید شعبان الملت کہاں ہیں۔
لوگوں نے عرض کیا کہ حویلی پریاگ کے موضع چرئی میں چلہ میں بیٹھے ہیں۔ مخدوم
منہاج الدین وہاں کے لئے روانہ ہو گئے۔ اور وہ موضع معلوم نہ تھا کہ کہاں و
ہے۔ سید سرایاں کے متصل ایک باغ تھا اسی باغ میں بیٹھ گئے۔ ادھر حضرت
سید شعبان الملت کو از راہ کشف معلوم ہو گیا کہ مخدوم صاحب تشریف لائے
ہیں اور میری جستجو میں ہیں بیتاب ہو گئے۔ کوئی شخص خدمت میں برائے نذر دودھ
لایا تھا، وہ اور تھوڑا سا چاول آپ کے حجرے میں وہی موجود تھا۔ وہ چاول اسی
دودھ میں ڈال کر اوپر سے خوان اوڑھا کر بخدمت پیر و مرشد دوڑتے ہوئے روانہ
ہو گئے۔ جس وقت اس باغ کے قریب پہنچے جس میں پیر و مرشد رونق افروز تھے
حضرت مخدوم منہاج الدین نے دیکھا کہ باوجود اس رسوخ کے نہایت خشوع و

خضوع کے ساتھ دوڑتے ہوئے شعبان الملّت چلے آرہے ہیں۔ دیکھتے ہی پیرومرشد نے فرمایا۔ تعال یا سیدی مرحبا۔ یعنی آیئے اے سید مرحبا! اسی وقت وہ پردۂ نورانی جو سید شعبان کے قلب پر تھا مرتفع ہوگیا۔ مخدوم صاحب نے وہ شیر برنج نہایت خوشی سے تناول فرمایا اور بچا کھچا سید شعبان کو دیا اور فرمایا کھا تاکہ تیرے فرزندان و مریدان قیامت تک کھائیں۔ اور جو نعمت باطنی باقی رہ گئی تھی شیخ نے وہیں عنایت فرمادی اور فرمایا بابای من کارت باتمام رسید۔ یعنی اے میرے بیٹے تیرا کام اتمام کو پہنچ گیا یعنی پورا ہوگیا اسکے بعد مختصر مدت تک حضرت مخدوم منہاج الدین موضع چرئی میں رونق افروز رہے اس کے بعد مکہ معظمہ روانہ ہوگئے اور بوقت رخصت فرمایا کہ میں مکہ معظمہ جارہا ہوں اور وہیں وفات پاؤں گا۔ اور تم بہار جاکر وہ خرقہ جو کہ ہمارے پیر شیخ نجم الدین ابراہیم نے ہم کو دیا تھا اور ان کو ان کے شیخ رکن الدین ابوالفتح نے دیا تھا۔ وہ خرقہ میں نے تم کو بخشا تم وہاں جاکر اس خرقہ کو پہنو اور چند مدت وہاں مقیم رہ کر پسر فقیر صدرالدین کی تربیت کرکے پھر جھونسی میں آکر اقامت اختیار کرو۔ یہ نصیحت فرماکر حضرت مخدوم منہاج الدین حاجی الحرمین قدس سرہٗ تو بہ طرف مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔

اور سید شعبان الملت علیہ الرحمہ حکم پیر بہ طرف بہار روانہ ہوئے۔ وہاں پہونچے تو لوگوں کی زبانی معلوم ہوا کہ شیخ صدرالدین نے اپنے والد محترم مخدوم منہاج الدین کی ہجرت کے بعد ہر چند قصد فرمایا کہ قفل کھول کر خرقۂ شیخ کو نکال کر پہنیں مگر قفل کھولنے میں کامیاب نہیں ہوسکے۔ آخرش مخدوم سید شعبان نے پہنچ کر قفل کھولا اور مطابق حکم پیر خرقہ نکال کر زیب تن فرمایا۔ اس دیار کے

تمام اکابر اور بزرگان دین مبارکباد کو جمع ہوئے۔ مگر شیخ احمد چرم پوش نہیں آئے کیوں کہ ان کے پیر حاجی الحرمین اور شیخ احمد چرم پوش کے درمیان کچھ شکر رنجی تھی یعنی تمام بہار مخدوم منہاج الدین کی ملکیت میں تھا۔ شیخ مذکور نے آکر مخدوم صاحب سے بقدر ایک ہرن کی کھال کے زمین طلب کی مخدوم صاحب نے عنایت فرمادی۔ انہوں نے اس کھال کو تسمہ کر کے یعنی تانت بنا کر اور پورے تانت سے زمین کو ناپ کر قبضہ کر لیا۔ اس کا قصہ بہت طول طویل ہے کہاں تک لکھا جائے۔ آخرش مخدوم حاجی الحرمین رنجیدہ ہو کر مکہ معظمہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ اور صاحبزادہ شیخ صدر الدین کو اپنا جانشین بنا کر وہاں چھوڑ دیا اور خود روانہ ہو گئے۔ پھر حضرت سید شعبان حسب وصیت شیخ بہار تشریف لے گئے۔ اور چند مدت وہاں رہ کر صاحبزادہ صاحب کی تربیت فرما کر واپس آگئے اور جھونسی میں قیام پذیر ہو گئے۔

حضرت سید شعبان تصوف اور توحید میں قوم صوفیہ کے پیشوا تھے بابا فریدالدین گنج شکر قدس سرہٗ کے خواہر زادہ یعنی بھانجے حضرت مخدوم علاءالدین سید علی صابر کلیری قدس سرہٗ سے بھی ملاقات ہوئی ہے۔ بوقت ملاقات از راہ خوش طبعی حضرت مخدوم علی صابرؒ نے حضرت سید شعبان الملت سے پوچھا کہ خدا کجا است۔ یعنی خدا کہاں ہے۔ انہوں نے فرمایا۔ غیر کجا است۔ یعنی غیر کہاں ہے۔

خوارق اور کرامتیں آپ کی بہت ہیں۔ نمونۃً چند کرامتوں کا ذکر مناسب ہے۔ ایک روز حضرت مخدوم لکڑی کے کھڑاؤں پہنکر برائے سیر دریائے گنگا پر چلتے

چلتے ایک فرحت بخش اور دلکش مقام نگر دیور یا پہنچے جو کہ جھونسی کے مغرب جانب ہے۔ مقام پسند آیا۔ عبادت میں مشغول ہو گئے اس جگہ ایک دیو سجان نام کا رہتا تھا۔ ایک روز سجان دیو آپ کی خدمت میں آکر مکابرہ اور جدل کرنے لگا۔ یعنی جھگڑا کرنے لگا کہ یہ تو میرے رہنے کی جگہ ہے۔ اور تو ایک ملیچھ ہے۔ تیرا یہاں کیا کام۔ اگر سلامتی چاہتا ہے تو جلد از جلد یہاں سے اپنی جان لے کر بھاگ جا ورنہ میں تجھ کو ہلاک کر دوں گا۔ حضرت نے تبسم فرماتے ہوئے فرمایا کہ جو خدا رات سے دن کو اور دن سے رات کو نکالتا ہے اسی خدا نے یہاں سے تجھ کو نکال کر یہ جگہ مجھ کو عنایت فرمائی اور کفر کو اسلام میں لایا۔ اب تک یہ مقام تیرا تھا اب میرا ہے یہ سن کر سجان دیو بہت جز بز ہوا۔ اور مردود آسمان پر اڑا حضرت شعبان الملت نے اپنے چوبیں نعلین کو حکم دیا کہ تو بھی جا اور اس کو نیچے لا۔ دیو اس میں بھی ناکام ہوا تو دوسری تدبیریں کرنے لگا۔ غرض کہ دیو نے ہر چند جد و جہد اور سعی باطل کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ اور آپ کے سامنے ایک بھی نہ چلی۔ آخر اس جگہ سے بھاگ کر اریل پہونچا۔ اریل ایک شہر قدیم لب جیحوں (جمنا) جھونسی کے مقابل ہے۔ دونوں دریا گنگا اور جمنا جھونسی اور اریل کے درمیان ملے ہیں۔ دونوں دریاؤں کے درمیان ایک موضع ہے وہی پیاگ یعنی پریاگ ہے جس کے معنی ہیں نیس نمفان پور اور اب تو ایک بڑا شہر ہے جس کا نام الہ آباد ہے۔ اس مقام میں زناردار (جینو پہننے والے) تربینی کے نہاون اور خدمات کے واسطے پرانے زمانے سے آباد ہیں۔ (جن کو پنڈا کہتے ہیں)

اریل میں ایک راجہ تھا جو اولاد نہیں رکھتا تھا۔ سجان دیو خوبصورت جوگی

راجہ اریل کے دربار میں فریادی بن کر پہنچا اور کہا کہ اے راجہ تو جانتا ہے کہ تیرے باپ دادا سے کتنے پہلے سے ہیں اس بستی میں ہوں۔ اب ایک ملیچھ نے آکر مجھ کو اس جگہ سے باہر کر دیا ہے اور میری جگہ چھین لی ہے تو اگر اپنی خیر چاہتا ہے تو اپنے آدمیوں کو بھیج کر اس کو اس مقام سے باہر کر دے اور اگر وہ جنگ و جدل سے پیش آئے تو اس کو قتل کر دے۔ ورنہ تو یہ ملیچھ ہے رفتہ رفتہ ایسا استقامت اختیار کرے گا کہ اس دیار سے رسم و آئین ہنود ان رخصت ہو جائے گا۔ راجہ پر جوگی کی بات کا اثر ہوا اور اس نے اس کے کہنے کے مطابق عمل کیا۔ یعنی اپنے سپاہی بھیج دیئے۔ جونہی راجہ کے سپاہی دریا کے کنارے پہونچے اور چاہا کہ کشتی پر سوار ہوں تمام کے تمام ماہی گیر اور ملاح اور سپاہی اندھے ہو گئے اور جان گئے کہ یہ اسی ملیچھ کی کرامت ہے۔ یکبارگی سب نے شور و فریاد کی آواز بلند کرنا اور توبہ کرنا شروع کر دیا۔ اور چلا کر کہنے لگے کہ اے بزرگوار ہم لوگ دوسرے آدمی کے کہنے سے آئے ہیں کیوں کہ اس کے نوکر ہیں۔ ہمارا کوئی قصور نہیں ہے، اگر ہم لوگ اپنی آنکھوں کو روشن اور بینا پائیں گے تو مسلمان ہو جائیں گے نوکری رہے یا نہ رہے۔ آواز آئی کہ اپنے چہروں کو اس جانب سے پھیر دو۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ چہروں کو پھیرنا تھا کہ آنکھیں روشن ہو گئیں۔

جب وقت شام ہوا سید شعبان الملت اپنی چوبیں نعلیں پہنے ہوئے دریا پر سے گذر رہے تھے۔ جب پیاگ کی طرف سے مڑے تو دیکھا کہ ایک عورت پریشان ہے۔ گریہ وزاری کر رہی ہے آپ نے اس عورت سے پوچھا تو کیوں پریشان ہے اور کیوں گریہ وزاری کر رہی ہے۔ اس عورت نے بیان کیا کہ میں دھی فروخت

کرنے کے لئے یہاں آئی تھی۔ دیر ہو گئی۔ اب کشتی بان لوگ اپنی اپنی کشتیوں کو باندھ کر چل دیئے ہیں۔ میرے گھر جانے کی کوئی صورت نہیں۔ اور میرے گھر میں ایک شیر خوار بچہ ہے۔ رو رہی ہوں کہ شیر خوار بچہ چہار پہر رات کس طرح گذارے گا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا پریشان مت ہو اور میرے پیچھے پیچھے چلی آ۔ اور یہ راز کسی سے مت کہنا۔ عورت آپ کے پیچھے پیچھے چلی۔ اور دریا کو عبور کر لیا اور اپنے گھر پہونچ گئی۔

صبح ہوئی تو شہر میں افواہ گرم تھی خاص و عام میں یہ چرچا تھا کہ جس بلیچھ راجہ ہڑ بونگ اور اس کی فوج کو تباہ کیا تھا اس نے سجان دیو لصورت جوگی کو اس کی جگہ سے باہر کر دیا ہے۔ راجہ اریل نے اس کے مقابلے کے لئے آدمی بھیجے تھے مگر سب اندھے ہو گئے تھے۔ پھر سب نے توبہ کی اور مسلمان ہو گئے۔ سب کو مل کر کوتدبیر کرنی چاہئے۔ یہ باتیں اس عورت نے بھی سنیں جو رات کو دریا عبور کئے ہوئے تھی۔ یہ باتیں سن کر وہ عورت راجہ اریل کی بیوی کے پاس پہنچی رات کو حضرت کی کرامت کا کھلی آنکھوں مشاہدہ کر چکی تھی۔ اور بہت متاثر بھی تھی۔ رانی سے اپنا ماجرا بیان کیا۔ اور کہا کہ آپ راجہ کو سمجھا دیجئے کہ ایسے بزرگوار کے ساتھ ہرگز نہ بے ادبی کریں۔ ورنہ جیسے راجہ ہڑ بونگ معہ افواج و فرزندان خود ہلاک ہو گیا ہے تو بھی ہلاک ہو جائے گا۔ بلکہ بہتر ہے کہ اس کی خدمت و اطاعت کا طریقہ پیش کریں۔ شاید ان بزرگوار کی دعا سے کوئی لڑکا پیدا ہو جو حکومت و ریاست کا وارث ہو اور یہ دیو آپ کے کس کام آئے گا۔ راجہ کے دل میں یہ بات اتر گئی۔ راجہ نے اس عورت کی بات قبول کر کے اپنی بیوی کو ہم راہ لے کر اور ایک

بڑے برتن میں پکا ہوا کھانا سالم اٹھا کر آنحضرت کی خدمت اقدس میں پہنچا اور سجدۂ اطاعت بجا لایا اور وہ ماحضر جو اپنے ساتھ لے کر گیا تھا خدمت میں پیش کیا آنحضرت نے راجہ ہی کے ترکش سے ایک تیر طلب کر کے تھوڑا کھانا تیر سے اٹھایا اور راجہ سے فرمایا۔ لے۔ راجہ نے عرض کیا جو کھانا پانی سے پکایا جاتا ہے جب باورچی خانہ کے باہر آجاتا ہے تو وہ کھانا میرے کام کا نہیں رہتا۔ حضرت نے فرمایا کہ کھانا تیرے گھر سے آیا اور ابھی تک تیرے ہی برتن میں ہے اور تیرے ہی تیر سے اٹھایا گیا۔ اگر تیرے واسطے درست نہیں تو مشرک کے گھر کا کھانا ہمارے واسطے کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔ بیوی غرض مند بھی تھی اور تھوڑی عقل بھی رکھتی تھی۔ گھٹنے کے بل کھڑی ہو کر بولی کہ مجھ کو عنایت ہو۔ تو تیر میں جو کچھ باقی رہ گیا تھا اسکو بخشا اور فرمایا جا بفضلہ تعالیٰ تیرے ایک نامور فرزند ہوگا۔ جا اور اپنا یہ کھانا بھی ساتھ لیتی جا۔ ہم مشرک کے گھر کا کھانا نہیں کھاتے۔ بعد ازاں آپ کے فرزندان و مریدان مشرک کے گھر کا پانی تک نہیں پیتے تھے۔ چہ جائیکہ کھانا۔

اس قسم کے واقعات و معاملات پیش آتے رہتے اور آپ رسم اسلام کے جاری کرنے کی دھن اور تدبیر میں ہمہ وقت لگے رہتے تھے۔ آخر کار اپنے نصب العین میں کامیاب ہوئے۔

کہتے ہیں کہ صالح نام ایک بڑا تاجر آپ کا مرید تھا۔ ایک روز کہیں اپنے تجارت کے سلسلے میں جنگل میں چلا جا رہا تھا۔ ایک شیر کو دیکھا کہ راہگیروں کا قصد کرتا تھا۔ جب صالح اس کے قریب پہنچے تو اس سے کہا کہ شعبان الملت والدولت

کا واسطہ راستہ سے دور رہو یہ سن کر شیر سرنگو ہو کر اپنے راستہ چلا گیا۔ اسی طرح انھیں نے ایک اژدھا سانپ کو بھی دیکھا کہ راستہ میں سر بر داشتہ اور خونخوار بیٹھا ہے۔ اس کو بھی کہا کہ شعبان بیابانی کا واستہ راستہ سے دور ہو جا۔ سانپ بھی سرنگوں ہو کر چلا گیا۔ جب محمد صالح سفر سے واپس ہوئے اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر قدمبوسی کا شرف حاصل کیا۔ تو مفصل سرگذشت پیر کی خدمت میں بیان کی۔ فرمایا جب وہی کسی شیر یا اژدہا کے سامنے ہمارا نام لیں گے اور واسطہ دینگے وہ کھڑا ہو جائے گا۔ اور اپنے شر سے امان دے گا۔ چاہیئے کہ اس کو مارو نہیں۔

ایک دن حضرت مولانا **اسمٰعیل قریشی** جو کہ حضرت مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی قدس اللہ سرہٗ کی اولاد میں سے ہیں۔ جن کی قبر الہ آباد شہر کے قریب موضع بھروئی میں ہے انہوں نے ایک روز اپنے جد محترم حضرت مخدوم بہاءالدین زکریا ملتانی کو خواب میں دیکھا مخدوم مذکور نے ان سے فرمایا کہ ہماری جانب سے جو نعمت باطنی باقی رہ گئی تھی اس کو سید شعبان سے جو کہ اس جانب کے خلفاء میں سے ہیں اور تمہارے گھر ہی کی نعمت اور دولت ان کے پاس ہے۔ ان سے حاصل کرو۔ حضرت مخدوم اسمٰعیل قریشی یہ حکم پاکر حضرت مخدوم سید شعبان الملت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے جد محترم کے ارشاد و حکم کے بموجب ان سے التماس کی۔ انہوں نے جو نعمت باقی تھی ارشاد و تربیت کر کے اس کی تکمیل فرمادی۔ درمیان ہر دو بزرگوار بہت ہی اخلاص رہا۔ بعد پانچ سال کے آپ کے زمانے سے شاہ غالب جن کی درگاہ بلکہر موضع موار ضلع الہ آباد میں ہے اور حضرت محمد بن ابی بکر کی

اولاد سے ہیں۔ انھیں شاہ غالب کی صاحبزادی سے ان کی شادی ہوگئی۔

سید شعبان الملت کے چار اولادیں تھیں دو بیٹے اور دو بیٹیاں۔ ایک بیٹے علی العامر تھے جن کو عمر شہید کہتے ہیں۔ یہ جنگ کفاران میں شہید ہوگئے۔ اور سید شعبان نے فرمایا ہے کہ جو فرزند ہمارے گھرانے میں پیدا ہو اول بذریعہ حلوا علی العامر کو ایصال ثواب کیا جائے اس کے بعد بچہ کو دودھ دیا جائے دوسرے فرزند مخدوم سید شیخ تقی الدین قدس اللہ سرہٗ ہیں۔

دو صاحبزادیاں صالحہ اور حنیفہ تھیں۔ دختر کلاں تو میر سید حقانی بغدادی کے حبالۂ عقد میں تھیں۔ اور دوسری صاحبزادی حنیفہ حضرت سید منور کو بیاہی گئیں۔

دنیا میں سو سال رہ کر تین یا تیرہ ذی الحجہ ۱۲۶۳ھ بروز پنجشنبہ کو یہ اسلام کا علمبردار عاشق جانباز، سرفروش مجاہد شیر حق اللہ کا ولی اس دار فانی کو خیرباد کہہ کر رحمت الٰہی کی آغوش میں پہونچ گیا۔ اور اپنے محبوب و محترم پیر کے حکم کے بموجب قیامت تک کے لئے جھونسی میں اپنی اقامت گاہ بنا کر آغوش لحد کو آرامگاہ بنا لیا ہے۔ یعنی قبر شریف آپ کی جھونسی میں ہے۔ گنگا اور جمنا دونوں دریا آپ کے زیر مقبرہ ملاقی ہوئے ہیں۔ رحمۃ اللہ علیہ و رحمۃ واسعۃ۔

مخدوم شیخ تقی قدس سرہٗ

نام نامی و اسم گرامی آپ کا صدر الحق ہے۔ کنیت علی اکبر ہے اور لقب آپکا
قدوۃ العارفین، امام المتقین، سراج الاولیاء، کشوف الاسرار حضرت مخدوم
حضرت شیخ سید تقی الدین قدس اللہ سرہ العزیز ہے۔
ولادت آپ کی بروز پنجشنبہ ۸۲۰ھ کو جھونسی میں ہوئی۔ سن شعور کو
پہنچنے کے بعد تعلیم و تعلم کی فراغت کے بعد اپنے پدر محترم حضرت سید شعبان الملت
سے مرید ہوئے۔ اول طریق سہروردیہ بتمام و کمال اپنے پدر محترم سے حاصل
کیا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم سید شعبان الملت نے آپ کو سیر و سیاحت
کے لئے رخصت کیا آپ سیر و سیاحت کرتے ہوئے ولایت توران یعنی ترکستان
کے شہر بخارا پہنچے وہاں خواجۂ بزرگ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندؒ کے
والد محترم حضرت میر سید محمد بخاری بن سید عبد الحق کبیر کی زیارت کا شرف
حاصل ہوا۔ انہیں کی خدمت اقدس میں رہ پڑے اور بارہ ۱۲ سال تک انہیں
کی صحبت کے ملازم رہے۔ اور مجاہدہ و ریاضت میں مشغول رہے۔ حضرت
میر سید محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ بتمام و کمال آپ کی تربیت و تکمیل فرماتے رہے۔ اور
آپ پر بے حد شفیق و مہربان رہے۔ سلسلہ ان کا خضرویہ تھا۔ بیشہ دکسب
ان کا قالین بافی اور نقشبندی تھا۔ سید نجیب تھے گیارہ واسطوں سے

امام علی موسیٰ رضا پر سلسلۂ نسب منتہی ہوتا ہے۔

سید محمد بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے دو اولادیں تھیں۔ ایک بیٹے تھے خواجہ بزرگ خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہٗ تھے۔ جو سلسلۂ علیہ نقشبندیہ کے سید الطائفہ تھے۔ اور صاحبزادی حضرت رخ ماہ بیگم تھیں۔ حضرت میر سید محمد بخاریؒ نے اپنی صاحبزادی حضرت رخ ماہ بیگم کو حضرت مخدوم شیخ تقی الدین جھونسوی کے حبالۂ عقد میں دیدیا تھا۔ اکثر نعمت باطنی حضرت شیخ تقی الدین کو انہیں حضرت سید محمد بخاری سے حاصل ہوئی۔ بوقت وصال حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند پدر محترم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ اور بیعت کی درخواست کی۔ پدر محترم نے فرمایا کہ تمہارا نصیبہ خدمت بابا امیر کلال ہے انہیں کی خدمت میں جاؤ۔ جو کچھ مجھ میں تھا میں نے بابا تقی کو دیا۔ پھر حضرت شیخ تقی سے فرمایا بابا تقی جو کچھ شیخی میں نے اپنے پیر سے پائی تھی وہ تجھ کو دیا یہ لفظ کہہ کر دار دنیا سے خاموش ہوکر دار بقا کی طرف رحلت فرما گئے۔ اسی وقت سے سب لوگ خوردان و بزرگان مخدوم شیخ تقی رحؒ کو شیخ ہی کے خطاب سے یاد کرنے لگے۔ چنانچہ یہ لفظ شیخ آنحضرت کی زبان مبارک ہی کی برکت ہے اسی لئے مخدوم صاحب نے خود اپنی زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ جو بھی ہمارے فرزندوں میں سے ہو اور طریق سجادگی میں ہو اپنے کو شیخ کہے۔ پھر حضرت سید محمد بخاری قدس سرہٗ کی وفات کے بعد حضرت شیخ تقی قدس سرہٗ نے مع اہل و عیال ہندوستان کی طرف مراجعت فرمائی۔ واپسی میں جب دہلی پہنچے تو حضرت سلطان نظام الدین اولیاء قدس سرہٗ کی خدمت میں پہنچے اور ان سے بہت کچھ فیض حاصل کیا۔ حضرت سلطان الاولیاء

کی نظر عنایت آپ پر بہت زیادہ تھی جناب آپ کو مفتیِ تصوف کی لقب سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت مخدوم تقی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سلطان حبّو کو خواب میں دیکھا کہ انہوں نے ایک خرقہ پشمینہ اور ایک تاج ان کو عنایت فرمایا۔ اس خواب کے بعد آپ سلطان حبو کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور خواب بیان کیا حضرت سلطان حبو نے فرمایا ہاں ہاں میں نے بھی دیکھا ہے کہ آپ نے ایک سال تک حضرت سلطان شاہ نظام الدین اولیاء کی خدمت میں تربیت پائی ہے۔ اور ایک سال کے بعد آنحضرت نے آپ کو خلافت دی ہے۔ اور رخصت فرمایا ہے۔ پھر حضرت سلطان حبو نے فرمایا کہ حضرت میر سید علاء الدین جیوری سے بھی ملاقات کرنی چاہیئے۔ یہ حکم پا کر آپ حضرت سید علاء الدین جیوری کی خدمت میں پہنچے چنانچہ طلب مطلوب اور عشق الٰہی آپ کو چین نہ لینے دیتا تھا۔ جہاں اس آبِ حیات کا سراغ ملتا تشنگی بجھانے کے لیے وہاں پہنچ جاتے۔ مگر سیری نہ ہوتی تھی۔ حضرت بدیع الدین شاہ

مدار مکنپوری کی خدمت میں بھی پہنچے۔ حضرت شاہ مدارؒ نے پوچھا کہ آپ کا وصول کیا ہے۔ شیخ نے جواب دیا "لا الٰہ الا اللہ" حضرت بدیع الدین شاہ مدار نے پھر پوچھا لا الٰہ کس کو کہتے ہیں اور "الا اللہ" کس کو کہتے ہیں؟ نفی کیا ہے؟ اور اثبات کیا ہے؟ مخدوم صاحب نے کہا نفی خود اور اثبات حق پھر حضرت شاہ مدار نے پوچھا طریق سہر در دکیا ہے۔ فرمایا فراموشیٔ خود۔ پوچھا خود کیا چیز ہے اور خدا کیا چیز ہے فرمایا خود موہوم اور خدا موجود۔

یہ باتیں تو مجلس میں ہوئیں۔ سب لوگوں نے سنی اور تین روز تک دونوں بزرگ

خلوت میں رہے۔ معلوم نہیں وہاں کیا سوال و جواب ہوئے۔ تین روز بعد حجرہ سے باہر آئے۔ اور اب حضرت شاہ مدار مخدوم صاحب کے سامنے ادب اور تعظیم کے ساتھ بیٹھے اور یہ بھی فرمایا کہ الحمد للہ اس دیار میں ایک اللہ کا ولی ہم نے دیکھ لیا۔ اس کے بعد حضرت مخدوم وہاں سے رخصت ہوگئے۔

حضرت شاہ جلال گنج رواں سے بھی جھونسی میں ملاقات ہوئی ہے۔ انہوں نے پوچھا جسم آدم کی ترکیب انہیں عناصر اربعہ سے ہوئی ہے یا دوسرے عناصر سے۔ مخدوم شیخ تقی نے فرمایا وہ عناصر اربعہ دیگر ہیں۔ پوچھا کس طور سے فرمایا حق تعالیٰ فرماتے ہیں "بیدك الارض" الآیۃ پوری آیت تلاوت فرمائی۔ اور وہ پانی دوسرا ہے جیسا کہ مخبر صادق صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "کل شیٔ حی من الماء"۔ معلوم ہوا کہ یہ پانی نہیں ہے بلکہ دوسرا پانی ہے۔ کیوں کہ اس پانی سے تو بہت سے نباتات جل جاتے ہیں۔ اور ہوا بھی دیگر ہے جیسا کہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔ نار اللہ الموقدۃ التی تطلع علی الافئدۃ۔ پس معلوم ہوا کہ وہ عناصر اربعہ دیگر ہیں اس کے بعد ان دونوں بزرگوں کے درمیان سات روز تک خلوت رہی معلوم نہیں وہاں کیا سوال و جواب ہوئے اور یہ شعر حضرت جلال گنج رواں نے فرمایا کہ ؎

اے تقی الدین توئی سیف خدا　　سر مقدم را بکش از تن جدا

اور حضرت مخدوم شیخ تقی نے یہ اشعار فرمائے ؎

رخت ہستی بر در خمار می باید کشید　　غم اندک ہست بسیار می باید چشید

قطرۂ اشکم اگر شد بر سر مژگاں گرہ　　خوب شد غماز را می باید کشید

ایک دوسری رباعی بھی حضرت مخدوم صاحب کی ہے ؎

خواہی کہ شوی داخلِ ارباب نظر — از قال بحال بایدت کرد گذر
از گفتنِ توحید موحد نہ شوی — شیریں نہ سود دہاں ز نام شکر

ایک شخص نے حضرت مخدوم سے آکر سوال کیا کہ یا شیخ مست توحید کیا ہے
فرمایا سہو المعلوم و محو الموہوم

آپ سے خرق عادات و کرامات بہت زیادہ ظاہر ہوئیں۔ تصوف اور توحید میں آپ پیشوائے قوم تھے۔ جذب اور استغراق آپ کے اندر بدرجۂ اتم تھا۔ ایک مرتبہ آپ نے فرمایا کہ ازاں وقتیکہ فقیر شدہ ام نخوردہ ام، نہ نوشیدہ ام نہ خسپیدہ ام نہ بیدار شدہ ام، نہ نشستہ ام نہ ایستادہ ام، نہ دیدہ ام نہ شنیدہ ام نہ دانستہ ام۔ یعنی جب سے فقیر ہوا ہوں نہ کھایا ہے نہ پیا ہے۔ نہ سویا ہوں نہ جاگا ہوں نہ بیٹھا ہوں نہ کھڑا ہوں۔ نہ دیکھا ہے نہ سنا ہے نہ جانا ہے۔

استغراق اس درجہ اور مرتبہ تھا کہ اپنے مراقبہ کی خبر نہ تھی اتنا نہیں جانتے تھے کہ یہ کون سا دن اور کون سا مہینہ ہے۔ ایک مرتبہ ایک شخص آپ کے پاس ایک کاغذ لایا اور عرض کیا کہ اے شاہ اس کاغذ پر اپنا نام لکھ دیجئے۔ آپ نے قلم اٹھایا مگر تحیر کا عالم طاری تھا۔ قلم ہاتھ میں لئے ہوئے متحیر تھے۔ خادم سمجھ گیا کہ شیخ اپنا نام بھول گئے ہیں لہٰذا خادم نے عرض کیا کہ نام شیخ تقی ہے۔ تب شیخ نے اپنا نام اس کاغذ پر لکھا ہے۔ ایک روز جامع مسجد تشریف لے گئے اور دروازے پر پہنچ کر متحیر ہو کر در پر کھڑے تھے۔ خادم سمجھ گیا کہ حضرت اپنا دایاں پاؤں فراموش کر گئے ہیں۔ چنانچہ خادم نے اپنا ہاتھ شیخ کے داہنے پیر پر رکھا اور کہا کہ شیخ کا داہنا پیر یہ ہے تب حضرت مخدوم نے اپنا داہنا پیر مسجد میں رکھا۔ عمر آپ کی بتیسٹھ

سال ہوئی۔ ۷ر ذی الحجہ ۸۵۴ھ ہے

ہشت تاریخ وفاتش مخزن اسرار سنج　　نام السید تقی مخففہ ہشتاد و پنج

"قطب گنج العرش" تاریخ وفات ہے۔

حضرت شیخ تقی قدس سرہٗ کی دو اولادیں تھیں۔ ایک کا نام علی اکبر جن کی کنیت ابوجعفر اور لقب سید شاہ محمد تھا۔ چنانچہ سید محمد ابوجعفر سے یاد فرمائے جاتے تھے۔ ان کی ولادت ۸۲۰ھ میں جھونسی میں ہوئی ہے۔ تیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا۔ یہ حضرت مخدوم صاحب کی زندگی ہی میں وفات پا گئے تھے۔ ان کی شادی سید سراج الدین بن سید ضیاء الدین بن میر سید محمد حقانی کے یہاں ہوئی تھی اور دو بیٹے چھوڑے تھے۔ سید سلطان شہاب الحق دوسرے سید سلطان بہاء الحق۔ سلطان بہاء الدین کو ولایت اٹک سپرد فرمائی۔ اور دوسرے بیٹے حضرت سید سلطان شہاب الحق قدس سرہٗ کو جھونسی میں اپنے آستانہ کا سجادہ بنا دیا۔ سید سلطان شہاب الحق قدس سرہٗ کی ولادت ۵ر ربیع الاول بروز پنجشنبہ ۸۴۶ھ میں ہوئی چالیس سال کی عمر ہوئی۔ ۱۰ر محرم ۸۸۶ھ میں وفات ہوئی ان کی شادی سید کمال الدین بن سید سراج الدین بن سید ضیاء الدین بن سید محمد حقانی کے یہاں ہوئی ان سے چھ بیٹے ہوئے۔

(۱) **شاہ معین الحق** (۲) دوم شاہ حسین سوم جہانگیر چہارم منیان بری پنجم شاہ اشرف ششم ابوالفتح۔

پسر دوم حضرت مخدوم شیخ تقیؒ کے حضرت شاہ عثمان الاکبر ہیں۔ یہ مخدوم صاحب کے چھوٹے صاحبزادے تھے۔ ان کی کنیت علی اصغر نام محمد تقی لقب

عثمان الاکبر تھا انکی ولادت جھونسی میں سنہ ۷۳۷ھ میں ہوئی۔ عمر چوراسی سال وفات سنہ ۸۲۱ھ میں ہوئی۔ تاریخ وفات "بہر فلک آفتاب" مشہور ہے۔

ان کی شادی شیخ شہاب الدین بن حضرت مخدوم اسمٰعیل قریشی المہرولی کے یہاں ہوئی۔

حضرت مخدوم شیخ شاہ معین الحق قدس سرہٗ

حضرت سید شاہ معین الحق صاحب قدس سرہٗ اپنا حال خود ہی بالاختصار بزبان فارسی تحریر فرمایا ہے۔ مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔ ناچار اسی کا ترجمہ اردو میں پیش خدمت ہے۔ فرماتے ہیں:

اس فقیر معین الحق بن سلطان شہاب الحق بن حضرت مخدوم شاہ تقی الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کے رہنما اور مرشد حضرت قدوۃ العارفین، امام المحققین، مرشدِ کامل، غریق لجۂ توحید غواص دریائے تجرید، شیر بیشۂ ولایت، نہنگ بحر ہدایت، محبوب بہک بسرت، پیشوائے اہل بصیرت، سر حلقۂ اولیاء، سر دفتر اصفیاء حضرت مخدوم خواجہ محمد عیسٰی جونپوری قدس سرہٗ العزیز ہیں۔ ابھی فقیر خورد سال تھا کہ پدر فقیر حضرت سلطان شہاب الحق قدس سرہٗ آغوش رحمت حق میں چلے گئے۔ لیکن اس فقیر کو سلسلۂ سہروردیہ کی خلافت اپنے پدر محترم ہی سے حاصل ہو گئی تھی مگر چونکہ فقیر ابھی صغیر سن ہی تھا اس لئے سہروردیہ کے احوال کچھ معلوم نہ تھے۔ چنانچہ عالم معاملات میں معلوم ہوا کہ مجھ سے آنحضرت فرما رہے ہیں کہ آ، اے معین الحق کہ میں تیرے

انتظار میں ہوں میں نے عرض کیا حضرت کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ فرمایا شہر تونیہ۔
میں میں نے عرض کیا کہ نام مبارک حضرت کا کیا ہے۔ ارشاد فرمایا محمد عیسیٰ۔ تونیہ
بیدار ہوا۔ حالانکہ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا۔ اسی وقت اٹھ کر روانہ ہو گیا جس
وقت حضرت کی خدمت میں پہونچا تو دیکھا کہ عالم ظاہر میں وہی صورت ہے جو کہ
عالم معاملہ میں دیکھا تھا۔ لہٰذا خدمت اقدس میں رہ ہی گیا۔ تھوڑی ہی مدت
گذری تھی پیر و مرشد سے عرض کیا کہ حضرت فقیری کیا چیز ہے۔ ارشاد فرمایا کہ خواب
کے حالات بیداری میں منتقل اور ظاہر ہوتے ہیں فقیر نے عرض کیا کہ یہ حالت کس
طور سے پیدا ہوگی۔ مخدوم صاحب نے فرمایا مرشد کی توجہ سے پھر اس خاکسار نے
عرض کیا کہ اس فقیر کے نصیبہ میں یہ نعمت عظمیٰ کب ہے۔ فرمایا آج رات معلوم
ہو جائے گا۔ بعد نماز عشاء مجھ کو طلب فرمایا۔ اور اس فقیر پر بچشم تعجب ایک
نگاہ ڈالی۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ یہ فقیر دس روز تک ایسا بے خود رہا کہ اپنی خبر نہ رہی
دس روز کے بعد قدرے افاقہ ہوا پھر فقیر کو طلب فرمایا۔ اور پھر بچشم عنایت
نگاہ ڈالی۔ پھر فقیر دس روز تک بالکل بے خود رہا۔ اس طرح چار نگاہ میں ایک چلّہ
گذر گیا۔ چالیسویں روز قدرے افاقہ ہوا۔ آنحضرت نے فقیر کو طلب فرمایا۔ مگر
سرشاری ویسی ہی تھی کہ شراب کی مستی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتی۔ پھر مخدوم
صاحب نے فرمایا کہ حالت فقیری تم نے دیکھا۔؟ فقیر نے عرض کیا کہ حضرت کی مہربانہ
توجہ سے اس نعمت سے مشرف ہوا۔ حضرت مخدوم نے فرمایا کہ فقیری اس سے کہیں بالاتر
ہے۔ اور یہ شعر ارشاد فرمایا ؎

عشق موسیٰ علم خضر اینجا مادام است ہنوز ٭ با عروج آسماں چوں طفل بربام است ہنوز

اور جس وقت یہ فرمارہے تھے۔ دیکھا کہ آنحضرت کے موئے مبارک بدن پر کھڑے ہو گئے تھے۔ اس کے بعد اس فقیر کو اشغال میں مشغول فرمادیا۔

ایک روز خواب میں دیکھا کہ ایک باغ ہے اور اس باغ میں بہت سے بزرگ بیٹھے ہیں۔ ان حضرات سے میں نے پوچھا کہ یہ کون سی جگہ ہے۔ ان میں سے ایک شخص نے جواب دیا کہ یہ مسجودِ عالم ہے۔ پھر میں نے سوال کیا کہ کس نوع کا مسجودِ عالم ہے جواب دیا کہ خلعت ولایت زیب تن ہوتا ہے۔ میں نے پوچھا کہ صاحب خانہ کہاں تشریف رکھتے ہیں۔ ابھی میں یہ سوال کر ہی رہا تھا کہ حضرت مخدوم کی صورت مبارک میرے مقابل آگئی۔ اور فرمایا کہ بیا اے معین الحق کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تیرے انتظار میں ہیں۔ یہ فرما کر میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے لیا اور حضرت سردارِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور لے جا کر مجھ کو کھڑا کر دیا فقیر بے ساختہ سجدۂ اطاعت میں گر پڑا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بپائے ادب کھڑا ہو گیا۔ حضرت مخدوم نے آنسرور صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور میں عرض کیا کہ اس کا نصیبہ یعنی کس جگہ ہے۔ حضور سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے ہی یہاں ہے۔ یہ فرما کر میرا ہاتھ پکڑ کر حضرت مخدوم صاحب کے حوالہ کر دیا۔ عالم خواب میں یہ ہو رہا تھا کہ سید بدر الدین جو کہ اس فقیر کے ارادتمندوں میں تھے مجھ کو بیدار کر دیا اور کہا کہ تہجد کا وقت جا رہا ہے۔ اٹھئے۔ آخر بعد نماز صبح حضرت مخدوم صاحب کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا فقیر کو دیکھتے ہی حضرت مخدوم نے تبسم فرمایا اور فرمایا کہ اپنا نصیبہ معلوم کر لیا۔ میں نے جواب دیا بے شک معلوم ہو گیا فوراً ہی حضرت

قطب الاقطاب نے حلقۂ ارادت میں داخل فرمالیا۔ اس کے بعد خلعت خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور فرمایا کہ جھونسی جاکر اپنے جد محترم کی جگہ پر بیٹھ کر تلقین و ہدایت کیجئے اور حضرت مخدوم کے احوال کہاں تک لکھ سکتا ہوں کہ لاتعد ولا تحصی ہیں۔ اور ہندوستان میں مشہور ہیں۔ اور حضرت مخدوم کی زبان مبارک سے یہ شعر سُنا ہے ؎

دل بے خطر مظہر ذات است　　آب بے موج بین مرات است

اور یہ رباعی بھی سُنی ہے ؎

گر کام دل طلب کنی از بے دلاں طلب
ہر کس کہ بے نشاں بود از وے نشاں طلب
کس یار و ہمدمے نبود بہتر از کتاب
یعنی کہ یار بے سخن و بے زباں طلب

حضرت مخدوم کے خرقہ کی نسبت اول اپنے پدر محترم ہی سے ہے اور سلسلہ و نسبت دوئمی حضرت شاہ فتح اللہ صاحب اودھی قدس سرہٗ سے ہے۔

اور نسب آنحضرت بچند واسطہ حضرت محمد بن ابی بکرؓ تک پہنچتا ہے۔ ایک روز یہ فقیر جھونسی میں بیٹھا تھا۔ کہ بیشتر اس کو ہر بونگ پور کہتے تھے۔ ناگہاں اس فقیر کے دل میں آیا کہ ہمارا نسب کس امام پر منتہی ہوتا ہے۔ معلوم ہونا چاہیے۔ چنانچہ بجناب اقدس حضرت مخدوم شیخ تقی الدین قدس اللہ سرہٗ العزیز کہ میرے جد امجد ہیں رجوع کیا۔ اس وقت آنحضرت عالم افاقت میں تھے۔ مجھ سے ارشاد فرمایا کہ ہم حضرت میر سید محمد مکی بھکری رحمۃ اللہ علیہ کی

کی اولاد سے ہیں۔ حضرت موصوف کے چار بیٹے تھے۔ ایک صاحبزادے سید صدرالدین نام کے تھے۔ ہم سید صدرالدین کی نسل سے ہیں۔ تو اگر چاہتا ہے کہ اپنے نسب کو محقق کرے تو بہ طرف بھکّر (سندھ) جا اور اپنے نسب کو دریافت کریں۔ حسب ارشاد حضرت مخدوم صاحب برائے زیارتِ پیران خود یعنی حضرت مخدوم شیخ بہاء الدین زکریا ملتانی اور ان کے پوتے حضرت شاہ ابوالفتح رکن الدین قدس اللہ سرہما۔ بہ طرف ملتان یہ فقیر روانہ ہوا۔ جس وقت پہونچا ہوں حضرت مخدوم الشیخ کبیر رحمۃ اللہ علیہ جو کہ صاحب سجادہ اور حضرت مخدوم بہاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے فرزندوں میں سے ہیں ملاقی ہوا اور چند مدت حضرت مخدوم موصوف کے دولت خانہ میں مہمان رہا اور دیگر تمام صاحبزادگانِ حضرت مخدوم کی صحبت و ملازمت حاصل کی۔ پھر چند مدت کے بعد بھکّر (سندھ) کی طرف روانہ ہوگیا۔ اور ان بھکری سادات سے جو کہ بھکّرا اور بہندی میں مقیم ہیں ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ ان حضرات نے استفسار فرمایا کہ کہاں سے آنا ہوا۔ میں نے کہا جھونسی سے آیا ہوں۔ پوچھا ہم سے کیا کام رکھتے ہیں۔ میں نے جواب دیا تم سے کار مخصوص (یعنی تحقیق حسب و نسب) کا قصد رکھتا ہوں۔ اگرچہ سب لوگ فرزندانِ آدم ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "فضّلنا بعضکم بعضاً" یعنی ہم نے بعض آدمیوں کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ لہٰذا اپنے نسب کی تحقیق کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ عند اللہ جو کچھ تحقیق ہو ہم کو بتاؤ۔ اگر میں سید ہوں سید کہو۔ اگر نہیں ہوں ویسا کہو۔ کیوں کہ حدیث میں وارد ہوا ہے :-

لعنۃ اللہ علی الداخل النسب ولعنۃ اللہ علی الخارج النسب
"یعنی اللہ کی لعنت ہو غیر نسب میں داخل ہونے والے پر اور اللہ کی لعنت ہو
اپنے نسب سے خارج ہونے والے پر"۔

لہٰذا از راہِ کذب کسی نسب میں داخل ہونا اچھا نہیں اور نہ اپنے
نسب سے خارج ہونا ہی اچھا ہے۔ بس اسی تحقیق کی غرض سے آپ کی خدمت
میں حاضر ہوا ہوں اگر میں سید محمد مکئی بھکری کی نسل سے ہوں تو کہو اور اگر سید
محمد مذکور کی نسل سے نہیں ہوں تو وہ بھی کہو۔ چنانچہ وہاں کے سادات
تمام پیر و جوان جمع ہو تشریف لائے ملاقات فرمائی۔ اور پوچھا کہ کون بزرگ
اس جگہ سے گئے ہیں۔ میں نے کہا سید شعبان الملت پوچھا سید شعبان الملت
کے پدر محترم کا نام نامی کیا تھا۔ میں نے کہا سید بدر عالم پھر پوچھا کہ سید
بدر عالم کے والد مکرم کا اسم گرامی کیا تھا؟ میں نے کہا سید صدر الدین
پوچھا سید صدر الدین کے والد بزرگوار کون تھے۔ میں نے جواب دیا سید
محمد مکئی بھکری میرا یہ کہنا تھا کہ تمام یار و احباب مجھ سے بغلگیر ہو گئے۔ اور
کہنے لگے کہ تم تو ہمارے بھائی ہو۔ وہاں کے سادات کے اسمائے گرامی کہاں تک
لکھوں کہ طول ہے۔ آخر الامر مجھ کو حضرت سید شعبان الملت کی حویلی میں لے
گئے۔ اور فرمایا کہ یہ حویلی تمہارے پدر محترم کی ہے۔ اور وہیں حضرت کا نام نامی
و اسم گرامی بھی معلوم ہوا کہ سید مرتضیٰ الدولت قرآن شریف سے رکھا
گیا تھا اور علی شعبان اس وجہ سے کہتے تھے کہ تولد حضرت عین روز شب برات
ہوا تھا۔ چنانچہ ان حضرات نے اپنا نسب نامہ میں نے طلب کیا۔ چنانچہ اس

نسب نامہ قدیم سے جو کہ ہمراہ میر سید محمد مکی آیا تھا۔ اس سے نقل کر کے مجھ کو عنایت فرمایا۔ اس کے بعد سب ہی حضرات نے مجھ کو ٹھہرنے کی خواہش اور کوشش فرمائی۔ چنانچہ چھ ماہ اس جگہ مقیم رہا۔

اس کے بعد اپنے ان بھائیوں سے رخصت ہو کر واپس ملتان آیا۔ وہاں ایک چلہ حضرت مخدوم بہاء الدین زکریا ملتانی قدس سرہٗ کے مقبرہ شریف میں کھینچکر پھر جھونسی آگیا۔

حضرت مخدوم سیّد تاج الدین قدس سرہٗ

سید تاج الدین بن سید محمد کاظم بن سید نقی بن سید علی رضا بن سید حسن رضا بن سید شاہ حسین بن سید مرتضیٰ بن سید جعفر بن سید محمد مہدی بن سید ابوالحسن بن سید علی اصغر بن سید علی اکبر بن سید محمد بن سید احمد بن سید موسیٰ مبرقہ بن حضرت امام محمد نقی رحمہم اللہ۔

آپ حضرت مخدوم جہانیان جہاں گشت کے خلفاء میں سے ہیں ان کی قبر بھی جھونسی میں ہے۔ اور اسی لیے ان کا تذکرہ کیا گیا۔

دیگر حضرات شہداء رحمہم اللہ

حضرت مخدوم سید شعبان الملت رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ تو پچاس کی تعداد میں فقراء اہل اللہ جھونسی آئے تھے ان میں سے سات تو راجہ ہر بونگ کے مقابلہ میں جہاد کرتے ہوئے شہید ہو گئے تھے ان کے مزارات تو جھونسی کے

دکھن جانب جنگلہ (نعاڑی) بھی ہیں۔ ان پر مٹی کی تہیں جم گئی تھیں۔ اب کچھ برآمد ہوئی ہیں۔ بقیہ کا حال معلوم نہیں۔

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را
بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

حق تعالیٰ ان کی محبت سے ہمارے سینوں کو معمور و لبریز کردے۔ اور ان کے نقشِ قدم پہ چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

وصلی اللہ علیٰ خیر خلقہٖ محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الراحمین۔

احقر العباد

محمد فاروق اُترالوی الٰہ آباد

شوال المکرم ۱۴۰۲ھ